مجلس انصار اللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلہ

انصار الدین

جلد ۱۹ نمبر ۲

مارچ و اپریل ۲۰۲۲ء امان و شہادت ۱۴۰۱ ہجری شمسی شعبان و رمضان ۱۴۴۳ ہجری قمری

"اگر قدرتِ ثانیہ نہ ہو تو دین حق کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔ پس اس قدرت کے ساتھ کامل اخلاص اور محبت اور وفا اور عقیدت کا تعلق رکھیں اور خلافت کی اطاعت کے جذبہ کو دائمی بنائیں اور اس کے ساتھ محبت کے جذبہ کو اس قدر بڑھائیں کہ اس محبت کے بالمقابل دوسرے تمام رشتے کمتر نظر آئیں۔ امام سے وابستگی میں ہی سب برکتیں ہیں اور وہی آپ کے لئے ہر قسم کے فتنوں اور ابتلاؤں کے مقابلہ کے لئے ایک ڈھال ہے۔"

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، ۱۱ مئی ۲۰۰۳ء)

شرائط بیعت



اوّل ۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بد نظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم۔ یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضاء ہوگا اور ہر ایک ذلّت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم۔ یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہوا وہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْل کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردئ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تاوقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ 12؍جنوری 1889ء)

مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ
مارچ و اپریل 2022ء

انصارالدین

جلد 19 نمبر 2

انصاراللہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخردم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ)

فہرست مضامین

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ
کیا آپ حضرت امیرالمومنین
خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی
ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے
روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں اور
ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟

صدر مجلس: ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن
قائد اشاعت: مظفر احمد بھٹی
مدیر: محمود احمد ملک
نائبین: صفدر حسین عباسی
میر انجم پرویز
سیّد حسن خان
مینیجر: شفقت محمود ملک
ڈیزائننگ: عامر ملک

Ansaruddin
33 Gressenhall Road,
SW18 5QH London
United Kingdom
E: ansaruddin@ansarullahuk.org

Ansaruddin
33 Gressenhall Road,
SW18 5QH London
United Kingdom
E: ansaruddin@ansarullahuk.org

درس القرآن

قُولُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا

لوگوں کے ساتھ بھلائی اور نیکی سے بات کیا کرو۔(البقرہ:84)

وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

(اے محمد ﷺ!) میرے بندوں سے کہہ دو کہ ہمیشہ وہ بات کیا کرو جو سب سے زیادہ احسن (یعنی اچھی اور نیک) ہو۔(بنی اسرائیل:54)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ نے انسان کی زبان کو بھی آزاد نہیں چھوڑا۔ اس پر بہت سی پابندیاں عائد کی ہیں اور ایک مومن کا فرض قرار دیا ہے کہ وہ صرف سچ ہی بولنے والا نہ ہو، صرف قولِ سدید کا ہی پابند نہ ہو بلکہ احسن قول کی پابندی کرنے والا ہو۔ اور حکمت یہ بیان کی کہ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو شیطان تمہارے درمیان فساد ڈال دے گا۔ ینز بینھم انسان کی زبان کا اعمال صالحہ میں سے ہر عمل کے ساتھ تعلق پیدا ہوسکتا ہے اور ہر عمل کو انسان کی زبان ضائع بھی کرسکتی ہے اس لئے انسان کی زبان کو، اس کے قول کو، اس کے اظہار کو اسلام نے بڑی ہی اہمیت دی ہے اور اسے اس طرف متوجہ کیا ہے کہ اگر تم اپنی زبان سنبھال کر نہیں رکھو گے تو اللہ تعالیٰ کے غضب کے مورد بن جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کا قُرب حاصل کرنے کی بجائے شیطان کے مقرب ٹھہرو گے...... ہر ایک کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ يَقُوْلُوْا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ جو سب سے اچھی بات ہے، جو سب سے اچھے طریقہ پر بات ہو اس کی پابندی کرو ورنہ تم شیطان کے لئے رخنوں کو کھولتے ہو...... قول کے لحاظ سے احسن وہ ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے۔......وہ قول جو شرک کی طرف لے جاتا ہے، وہ قول جو بدعت کی طرف لے جاتا ہے، وہ قول جو دہریت کی طرف لے جاتا ہے، وہ قول جو فساد کی طرف لے جاتا ہے، وہ قول جو باہمی جھگڑوں کی طرف لے جاتا ہے وہ قول احسن نہیں۔ احسن قول وہی ہے جو اللہ کی طرف لے جانے والا ہے۔......قول احسن کے اصول پر کاربند ہوئے بغیر کوئی شخص خدا کے عباد میں شامل نہیں ہوسکتا۔‘‘

(خطبات ناصر جلد دوم صفحہ 120)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’آج بھی لوگ ایسی باتیں کر جاتے ہیں کہ فلاں شخص تو بڑا گندہ ہے، گنہگار ہے، جہنمی ہے پھر بعض اپنی بزرگی جتانے کے لئے اس قسم کی باتیں کر رہے ہوتے ہیں کہ پہلے تو کرید کرید کر کسی کے بارہ میں پوچھتے ہیں کہ فلاں نیکی تم نے کی، فلاں کی، نماز پڑھی، یہ کیا، وہ کیا، نمازوں میں دعائیں کرتے ہو، کس طرح کرتے ہو، رقت طاری ہوتی ہے کہ نہیں، رونا آتا ہے کہ نہیں، حوالہ دیا کہ جس کو رونا نہیں آیا اس کا دل سخت ہوگیا۔ تو یہ چیزیں پوچھتے ہیں پہلے کرید کرید کر جو بالکل غلط چیز ہے۔ یہ بندے اور خدا کا معاملہ ہے، انفرادی طور پر کسی کو پوچھنے کا حق نہیں۔ عموماً ایک نصیحت کی جاتی ہے جلسوں میں، خطبوں میں، کہ اس طرح نماز پڑھنی چاہئے اور اس طرح نماز ادا کرنی چاہئے اور پوری طرح اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنا چاہئے۔ تو ہر شخص کا کام نہیں ہے کہ پہلے کرید کرید کر پوچھے اور پھر جب اس کی حالت کا پتہ کرلے تو یہ کہے کہ تم اتنے دن سے نماز میں روئے نہیں، تمہیں رقت طاری نہیں ہوئی۔ تم نے اپنے آپ کو ہلاک کرلیا یا ہلاکت میں ڈال لیا۔ تو ایسے لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ خدا کے اختیار ان کو نہیں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ تمہارے رونے کو تو خدا تعالیٰ رد کردے اور اس کے نہ رونے کو قبول کرلے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد اول۔صفحہ 578)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بعض دفعہ انسان بے خیالی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی کوئی بات کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے بے انتہا درجات بلند کرتا ہے اور بعض اوقات لاپروائی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی کلمہ زبان سے نکال دیتا ہے جس کی وجہ سے جہنم میں جا گرتا ہے۔ (بخاری کتاب الرقاق باب حفظ اللسان)

حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضور ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ نجات کیسے ممکن ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو روک کر رکھو۔ (ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی حفظ اللسان)

نیز فرمایا کہ جس نے زبان پر قابو پالیا اس کے لیے امن وسکون اور خوشخبری ہے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی باب الالف باب من اسمہ ابراہیم)

حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضور ﷺ سے عرض کی کہ مجھے کوئی ایسا کام بتائیں جو مجھے جنت میں لے جائے اور دوزخ سے بچائے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں نیکی کے دروازوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ سنو! روزہ ڈھال ہے۔ صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو۔ رات کے درمیانی حصہ میں نماز پڑھنا اجرِعظیم کا موجب ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں سارے دین کی جڑ اور چوٹی بلکہ ستون نہ بتاؤں؟ فرمایا دین کی جڑ اسلام ہے۔ اس کا ستون نماز ہے۔ پھر فرمایا میں تمہیں دین کا خلاصہ نہ بتاؤں؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ۔ آپؐ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا اور فرمایا اسے روک کر رکھو۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہم جو کچھ بولتے ہیں اس کا بھی ہم سے مواخذہ ہوگا؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ لوگ اپنی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیوں کی وجہ سے ہی تو اوندھے منہ جہنم میں گرتے ہیں۔
(ترمذی کتاب الایمان باب فی حرمۃ الصلاۃ)

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: 'جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ نیکی اور بھلائی سے کوئی بات کرے یا پھر خاموش رہے۔ (بخاری کتاب الزہد)

نیز فرمایا: مومن طعنہ زنی کرنے والا، لعنت ملامت کرنے والا، فحش کلام اور زبان دراز نہیں ہوتا۔ (ترمذی کتاب البر والصلۃ باب ماجاء فی اللعنۃ)

اسی طرح فرمایا: زبان سے صرف نیک اور شائستہ بات کرو۔ (کنز العمال)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو تمہاری تین باتیں ناپسند ہیں۔ اوّل قیل وقال یعنی فضول بیٹھ کر گپیں مارنا یا فضول بولتے چلے جانا۔ دوسرے کثرتِ سوال اور تیسرے مال کو ضائع کرنا یعنی فضول خرچی۔
(مسلم کتاب الاقضیہ باب نہی عن کثرۃ المسائل)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مجھے سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ میرے قریب وہ لوگ ہوں گے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہوں گے اور تم میں سے سب سے زیادہ مجھ سے دُور اور مبغوض وہ لوگ ہوں گے جو ثرثار (یعنی منہ پھٹ اور بڑھ بڑھ کر باتیں کرنے والے)، متشدق (یعنی لوگوں پر تکبر جتلانے والے) اور متفیھق (یعنی منہ پھلا پھلا کر باتیں کرنے والے)۔ (ترمذی ابواب البر والصلۃ باب فی معالی الاخلاق)

اسی طرح آپؐ نے فرمایا: انسان کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ لایعنی بیکار اور فضول باتوں کو چھوڑ دے۔ (ترمذی کتاب الزہد)

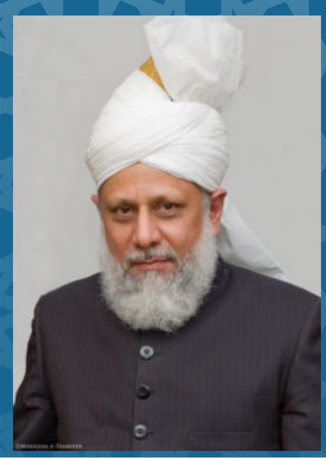


امام الکلام ۔ کلام الامام
علیہ الصلوٰۃ والسلام

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اس زمانہ میں اگرچہ آسمان کے نیچے طرح طرح کے ظلم ہو رہے ہیں مگر جس ظلم کو ابھی مَیں ذیل میں بیان کروں گا وہ ایک ایسا دردناک حادثہ ہے کہ دل کو ہلا دیتا ہے اور بدن پر لرزہ ڈالتا ہے۔

اس امر کو باترتیب بیان کرنے کے لیے پہلے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے زمانہ کی موجودہ حالت کو دیکھ کر اور زمین کو طرح طرح کے فسق اور معصیت اور گمراہی سے بھرا ہوا پا کر مجھے تبلیغِ حق اور اصلاح کے لیے مامور فرمایا۔ اور یہ زمانہ بھی ایسا تھا کہ... اس دنیا کے لوگ تیرھویں صدی ہجری کو ختم کر کے چودھویں صدی کے سر پر پہنچ گئے تھے۔ تب مَیں نے اُس حکم کی پابندی سے عام لوگوں میں بذریعہ تحریری اشتہارات اور تقریروں کے یہ ندا کرنی شروع کی کہ اس صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدید دین کے لیے آنے والا تھا وہ میں ہی ہوں تا وہ ایمان جو زمین پر سے اُٹھ گیا ہے اُس کو دوبارہ قائم کروں اور خدا سے قوت پا کر اسی کے ہاتھ کی کشش سے دنیا کو اصلاح اور تقویٰ اور راستبازی کی طرف کھینچوں اور ان کی اعتقادی اور عملی غلطیوں کو دُور کروں۔ اور پھر جب اس پر چند سال گزرے تو بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اس اُمّت کے لیے ابتدا سے موعود تھا اور وہ آخری مہدی جو تنزّلِ اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہِ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اُس آسمانی مائدہ کو نئے سرے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا، جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی وہ مَیں ہی ہوں۔ اور مکالمات الٰہیّہ اور مخاطبات رحمانیہ اس صفائی اور تواتر سے اس بارے میں ہوئے کہ شک وشبہ کی جگہ نہ رہی۔ ہر ایک وحی جو ہوتی ایک فولادی میخ کی طرح دِل میں دھنستی تھی اور یہ تمام مکالماتِ الٰہیّہ ایسی عظیم الشان پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے تھے کہ روزِ روشن کی طرح وہ پوری ہوتی تھیں۔ اور اُن کے تواتر اور کثرت اور اعجازی طاقتوں کے کرشمہ نے مجھے اِس بات کے اقرار کے لیے مجبور کیا کہ یہ اُسی وحدہٗ لاشریک خدا کا کلام ہے جس کا کلام قرآن شریف ہے۔ اور مَیں اس جگہ توریت اور انجیل کا نام نہیں لیتا کیونکہ توریت اور انجیل تحریف کرنے والوں کے ہاتھوں سے اس قدر محرّف و مبدّل ہوگئی ہیں کہ اب ان کتابوں کو خدا کا کلام نہیں کہہ سکتے۔ غرض وہ خدا کی وحی جو میرے پر نازل ہوئی ایسی یقینی اور قطعی ہے کہ جس کے ذریعہ سے مَیں نے اپنے خدا کو پایا۔ اور وہ وحی نہ صرف آسمانی نشانوں کے ذریعہ مرتبہ حق الیقین تک پہنچی بلکہ ہر ایک حصہ اُس کا جب خدا تعالیٰ کے کلام قرآن شریف پر پیش کیا گیا تو اس کے مطابق ثابت ہوا اور اس کی تصدیق کے لیے بارش کی طرح نشان آسمانی برسے۔ انھی دنوں میں رمضان کے مہینہ میں سورج اور چاند کا گرہن بھی ہوا۔ جیسا کہ لکھا تھا کہ اس مہدی کے وقت میں ماہ رمضان میں سورج اور چاند کا گرہن ہوگا۔ اور انہیں ایّام میں طاعون بھی کثرت سے پنجاب میں ہوئی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں یہ خبر موجود ہے۔ اور پہلے نبیوں نے بھی یہ خبر دی ہے کہ ان دنوں میں مری بہت پڑے گی اور ایسا ہوگا کہ کوئی گاؤں اور شہر اُس مری سے باہر نہیں رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہو رہا ہے۔ اور خدا نے اُس وقت کہ اس ملک میں طاعون کا نام و نشان نہ تھا قریباً بائیس برس طاعون کے پھوٹنے سے پہلے مجھے اُس کے پیدا ہونے کی خبر دی۔ پھر اس بارہ میں الہامات بارش کی طرح ہوئے اور تکرار اِن فقرات کا مختلف پیرایوں میں ہوا۔‘‘ (تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 3 تا 4)



فرمودات

حضرت خلیفۃالمسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 18؍ستمبر 2009ء میں جمعہ کی اہمیت پر قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اس حوالے سے حضورانور فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دن کو ایک اور زاویے سے پیش فرمایا ہے اور پھر جمعہ کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ آپؑ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُم (المائدہ:4) کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''غرض اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ کی آیت دو پہلو رکھتی ہے۔ ایک یہ کہ تمہاری تطہیر کر چکا'' (تمہیں پاک کر دیا ایسا دین آ گیا کہ جو پاک کرنے والا ہے۔) ''اور دوم (یہ کہ) کتاب مکمل کر چکا۔

کہتے ہیں جب یہ آیت اتری وہ جمعہ کا دن تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی یہودی نے کہا کہ اس آیت کے نزول کے دن عید کر لیتے۔'' (احادیث میں بعض روایات میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے آتا ہے کہ یہودی نے ان سے کہا اور انہوں نے کہا کہ جمعہ عید ہی ہے۔ لیکن بہرحال حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو روایات ہیں اور بعض ایسی ہیں جن کے بارے میں حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ مجھے براہِ راست آنحضرت ﷺ نے بعض روایات، باتیں بتائی ہیں۔ تو اس کی جو حیثیت ہے اور قدر و اہمیت ہے وہ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بیان فرمائی ہے ہمیں بہرحال اس کو دیکھنا چاہیے نہ کہ ان روایتوں کو جو مختلف راویوں کے ذریعہ سے پہنچیں۔ تو بہرحال حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ) ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی یہودی نے کہا کہ اس آیت کے نزول کے دن عید کر لیتے۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ اگر یہ ہم پر اتری ہوتی تو ہم عید کا دن مناتے۔ تو بہرحال کہا کہ اس آیت کے نزول کے دن عید کر لیتے۔ (بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ المائدۃ باب قولہ: الیوم اکملت لکم دینکم حدیث نمبر 4606) حضرت عمرؓ نے کہا کہ جمعہ عید ہی ہے''۔ (حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں) ''مگر بہت سے لوگ اس عید سے بے خبر ہیں۔ دوسری عیدوں کو کپڑے بدلتے ہیں لیکن اس عید کی پرواہ نہیں کرتے اور میلے کچیلے کپڑوں کے ساتھ آتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ عید دوسری عیدوں سے افضل ہے۔'' (حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ) ''میرے نزدیک یہ عید دوسری عیدوں سے افضل ہے۔ اسی عید کے لیے سورۂ جمعہ ہے اور اسی کے لیے قصر نماز ہے اور جمعہ وہ ہے جس میں عصر کے وقت آدم پیدا ہوئے۔ اور یہ عید اس زمانے پر بھی دلالت کرتی ہے کہ پہلا انسان اس عید کو پیدا ہوا۔ قرآن شریف کا خاتمہ اسی پر ہوا۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 673 مطبوعہ ربوہ)۔ یعنی یہ آیت جو تھی یہ بھی جمعہ والے دن نازل ہوئی۔ پس ہم ایک عظیم الشان دین کے ماننے والے ہیں جس کو نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنا دین کامل اور مکمل کیا اور ایک یہودی کو بھی اس کی عظمت کا، آیت کی عظمت کا اقرار کرنا پڑا۔

پس جس خدا نے دین کامل کر کے قرآن کریم کی صورت میں آنحضرت ﷺ پر اتارا اسی خدا نے ایک اہم فریضہ کی طرف اس کتاب میں ہمیں توجہ دلائی ہے بلکہ حکم دیا ہے۔ پس یہ ہماری بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اس کی بجا آوری میں کبھی سستی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور ہماری اولادوں کو بھی ہمیشہ توفیق دیتا رہے کہ ہم جمعوں کا خاص اہتمام کرنے والے بنے رہیں اور جیسا کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے ہم سے توقع کی ہے اس پر پورا اترنے والے ہوں۔''

اداریہ

عبادات میں ارفع مقام رکھنے والی نماز



ایک بار ایک محترم بزرگ سے خاکسار نے پوچھا کہ صبح نماز تہجد کے وقت آنکھ کھلنے اور جاگنے کے باوجود بھی اگر سستی اور کسل کی وجہ سے اُٹھ کر نماز پڑھنے کی بجائے بستر میں ہی پڑے رہنے کو جی چاہے تو ایسے میں کیا کرنا چاہیے؟

بہت ہی غور طلب جواب ملا کہ اُس وقت صرف یہ سوچ لو کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے کتنی آرام دہ رات گزارنے کا موقع تمہیں عطا فرمایا ہے۔ یہی رات اپنی یا اپنے کسی قریبی عزیز کی بیماری کی وجہ سے یا کسی اَور ناگہانی آفت کی وجہ سے جاگ کر اور پریشانی میں بھی تو کٹ سکتی تھی۔ جب یہ سوچ آئے گی تو شکر کا ایسا احساس پیدا ہو گا جو آپ کو بستر سے اُٹھ کر اپنے ربّ کے حضور سجدہ ریز ہونے پر مجبور کر دے گا۔

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

’’اصل غرض انسان کی خلقت کی یہ ہے کہ وہ اپنے ربّ کو پہچانے اور اس کی فرمانبرداری کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ مَیں نے جن اور انس کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں مگر افسوس کی بات ہے کہ اکثر لوگ جو دنیا میں آتے ہیں بالغ ہونے کے بعد بجائے اس کے کہ اپنے فرض کو سمجھیں اور اپنی زندگی کی غرض اور غایت کو مدنظر رکھیں وہ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دنیا کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور دنیا کا مال اور اس کی عزتوں کے ایسے دلدادہ ہوتے ہیں کہ خدا کا حصہ بہت ہی تھوڑا ہوتا ہے اور بہت لوگوں کے دل میں تو ہوتا ہی نہیں۔ وہ دنیا ہی میں منہمک اور فنا ہو جاتے ہیں۔ انہیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ خدا بھی کوئی ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 134 جدید ایڈیشن)

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ احادیث کی روشنی میں ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کی معراج پنجوقتہ نماز کی ادائیگی ہے جبکہ نفلی نمازوں میں سے بہترین اور ارفع مقام رکھنے والی نماز تہجد ہے جو ایسے وقت پر ادا کی جاتی ہے جب رات کے پچھلے پہر خدا تعالیٰ اپنے عاجز بندوں کی دعاؤں کو قبول فرمانے اور اُن کی خالی جھولیوں کو بھرنے کے لیے نچلے آسمان پر اُترتا ہے۔ پس نمازِ تہجد کا پڑھنا بڑی اہمیت و برکات کا موجب ہے۔ اگرچہ آجکل الارم والی گھڑیاں مل جاتی ہیں جن کے ذریعہ انسان جاگ سکتا ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ جاگنے کے بعد اُس وقت پیاری نیند کو قربان کرنا اور آرام دہ بستر کو چھوڑنا بھی بہت مشکل ہے۔ اس لیے کوئی ایسا طریق ہونا چاہیے جس کی بدولت انسان نماز تہجد کے لیے آسانی سے اُٹھ سکے۔ اہل عرفان نے اس کے لیے دو کامیاب نسخے بیان کیے ہیں: پہلا خدا تعالیٰ کی محبت کا اپنے دل میں پیدا کرنا ہے جس کی بِنا پر انسان بے اختیار ہو کر اُٹھ بیٹھے گا اور اسے پورے شوق و محبت سے نماز تہجد کی ادائیگی کی توفیق ملے گی۔ دوسرے دین کی نازک حالت اور ترقی اسلام کا خیال اور دشمنوں کے بد ارادوں اور مذہبی آزادی پر قدغنوں کا احساس بھی انسان کی نیند کو کم کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں نمازِ تہجد میں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی بے بسی اور لاچارگی پیش کرتے ہوئے عاجزانہ دعاؤں کی توفیق ملتی ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہم محبت الٰہی کے احساس کو بیدار کریں اور اسے پالیں تب جا کر نماز تہجد کے لیے آسانی سے اُٹھ سکیں گے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جاگنے کے روحانی ذرائع کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور فرمایا ہے کہ ان کے ذریعہ انسان یقینی طور پر اللہ تعالیٰ

کے فضل سے جاگنے میں کامیاب ہوسکتا ہے۔چنانچہ آپؓ نے نماز تہجد کے لیے اُٹھنے کے جو تیرہ طریقے بیان فرمائے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

1۔ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد کچھ عرصہ ذکر کرے۔جتنا عرصہ وہ ذکر کرے گا، صبح سے اتنا ہی قبل اس کی آنکھ ذکر کرنے کے لیے کھل جائے گی۔

2۔ عشاء کی نماز پڑھ لینے کے بعد کسی سے کلام نہ کرے اور جلد سو جائے۔

3۔ عشاء کی نماز کے بعد تازہ وضو کر کے چارپائی پر لیٹے تو اس کا اثر قلب پر پڑتا ہے اور اس سے خاص قسم کی نشاط پیدا ہوتی ہے۔اس طرح وہ آنکھ کھلتے وقت بھی نشاط میں ہی ہوگا۔

4۔ ذکر الٰہی اور دعائیں کرتے کرتے سوئے۔

5۔ سونے کے وقت کامل ارادہ کر لیا جائے کہ تہجد کے لیے ضرور اٹھوں گا۔

6۔ وتروں کو عشاء کی نماز کے ساتھ نہ پڑھے بلکہ تہجد کے وقت کے لیے رہنے دے۔

7۔ عشاء کی نماز کے بعد نفل پڑھنے شروع کر دیں اور اتنی دیر تک پڑھیں کہ نماز میں ہی نیند آجائے اور اتنی نیند آئے کہ برداشت نہ کی جاسکے۔اس وقت سوئیں۔

8۔ جن دنوں زیادہ نیند آئے اور وقت پر آنکھ نہ کھلے ان میں نرم بستر ہٹا دیا جائے۔

9۔ سونے کے وقت معدہ پُر نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس کا اثر قلب پر بہت پڑتا ہے اور انسان کو سست کر دیتا ہے۔

10۔ جُنبی ہونے کی حالت میں یا غلاظت کے ساتھ نہ سوئے۔صفائی کی حالت میں سونے والے کو ملائکہ آکر جگا دیتے ہیں۔

11۔ بستر پاک وصاف ہو۔

12۔ میاں بیوی رات ایک بستر پر نہ سوئیں۔

13۔ سونے سے قبل سوچ لیں کہ ہمارے دل میں کسی کے متعلق کینہ یا بغض تو نہیں۔اگر ہو تو اس کو دل سے نکال دینا چاہیے۔

(ماخوذ از ذکر الٰہی۔انوار العلوم جلد 3 صفحہ:516,512)

حضرت مصلح موعودؓ کی بیان فرمودہ مذکورہ بالا ہدایات پر عمل کرنے والے جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے کچھ ہی دنوں میں اُنہیں تہجد کا عادی بنا دیا اور پھر اس نماز کی برکات کا وہ خود مشاہدہ کرنے لگ گئے۔

اگر ہم حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی دن بھر کی مصروفیات اور پھر نماز تہجد میں آپؐ کے شغف پر نظر دوڑائیں تو دل ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ رات کی اس عبادت کے لیے آپؐ کس قدر محبت سے اہتمام فرماتے اور اپنے پیارے صحابہؓ کو بھی اس حوالے سے توجہ دلاتے رہتے۔چنانچہ صحابہ بھی اپنے آقا ﷺ کی اس نصیحت کو ہر حالت میں پیش نظر رکھتے اور سفر وحضر میں نماز تہجد کی ادائیگی اپنی زندگیوں کا معمول بنا لیتے۔بعض صحابہؓ کو اپنے آقاؐ کی اقتدا میں بھی نماز تہجد کی ادائیگی کا شرف حاصل ہوا اور ایسی روح پرور روایات کو بعد ازاں انہوں نے بیان فرمایا۔چنانچہ حضرت عوف بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ (تہجد کی) نماز پڑھی۔آپؐ نے ابتدا یوں کی کہ پہلے مسواک کی، پھر وضو فرمایا، پھر نماز شروع کی۔آپؐ نے سورۃ البقرۃ کی تلاوت شروع کی اور جب بھی کوئی ایسی آیت آتی جس میں رحمت کا بیان ہوتا تو آپ رُک جاتے اور اس رحمت کے حصول کے لیے دعا کرتے اور جب بھی کوئی ایسی آیت آتی جس میں عذاب کا ذکر ہوتا تو بھی آپ رُک جاتے اور عذاب سے پناہ کی دعا کرتے۔پھر آپؐ رکوع میں گئے اور اپنے قیام کے برابر رکوع کی حالت میں رہے۔آپؐ رکوع میں یہ کہہ رہے تھے: سُبْحَانَ ذِیْ الْجَبْرُوتِ وَالْمَلَکُوتِ وَالْکِبْرِیَآءِ وَالعَظَمَۃِ۔ (یعنی پاک ہے وہ ذات جو جبروت اور ملکوت والی ہے اور بڑائی اور عظمت والی ہے۔) پھر آپؐ نے رکوع کے برابر سجدہ کیا۔آپؐ اپنے سجدوں میں بھی کہہ رہے تھے: سُبْحَانَ ذِیْ الْجَبْرُوتِ وَالْمَلَکُوتِ وَالْکِبْرِیَآءِ وَالعَظَمَۃِ۔ پھر (دوسری رکعت میں) آپؐ نے سورۃ آل عمران پڑھی۔پھر اس کے بعد (ہر رکعت میں) ہر بار مختلف سورت پڑھتے رہے۔ (سنن النسائی۔کتاب التطبیق)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی محض اپنے فضل سے نماز تہجد کا عادی بنا دے تاکہ ہم رات کی خلوت میں اپنے محبوب خدا کے حضور اس کی مدد اور فضل کے حصول کی دعائیں مانگیں اور ان دعاؤں کی قبولیت کا مشاہدہ کریں۔آمین

(محمود احمد ملک)

محاسبۂ نفس اور اس کی اہمیت

(چودھری امتیاز احمد)

قرآن کریم میں خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اے مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور چاہیے کہ ہر جان (ہر آن) اس بات پر نظر رکھے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے اور تم سب اللہ کا تقویٰ اختیار کرو (اور یاد رکھو کہ) اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ سو اللہ نے بھی ان کو اپنی جانوں کا فائدہ بھلا دیا۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو اطاعت سے باہر نکلنے والے (یعنی بے راہ روی اختیار کرنے والے) ہیں۔ (الحشر آیات 19، 20)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی ہے اور ساتھ ہی فرمایا ہے کہ تقویٰ اختیار کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ تم میں سے ہر ایک کی نگاہ ہر آن اس بات پر رہے کہ اس کے موجودہ اعمال و افعال کیا ہیں اور مستقبل میں ان کا کیا نتیجہ ظاہر ہونے والا ہے۔ اسی کا نام محاسبہ نفس ہے۔ یعنی ہر شخص کو چاہیے کہ وہ ہر آن اپنا محاسبہ کرتا رہے اور دیکھتا رہے کہ وہ اپنے اعمال و افعال کے لحاظ سے اپنے لیے آگے کیا بھیج رہا ہے اور اس کا کیا انجام ہونے والا ہے۔

ایک اَور جگہ اللہ تعالیٰ نے محاسبۂ نفس کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے مستقبل کی فکر کرنے اور ایسے اعمال بجالانے کی تلقین فرمائی ہے کہ جس کے نتیجہ میں وہ صراط مستقیم پر گامزن رہتے ہوئے اپنی زندگی کے اصل اور حقیقی مقصد میں کامیاب ہو سکیں اور ساتھ ہی اس کے محاسبۂ نفس سے کام لیتے ہوئے اپنی موجودہ اور آئندہ زندگیاں سنوارنے والوں کو کامیابی کی بشارت دی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے: اور اپنے نفوس کے لیے (کچھ) آگے بھیجو۔ اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم ضرور اس سے ملنے والے ہو۔ اور مومنوں کو (اس امر کی) بشارت دے دے۔ (البقرہ آیت 224)

اس آیت میں نفوس کے لیے کچھ آگے بھیجنے سے مراد یہی ہے کہ ابھی سے اپنے نفسوں کا محاسبہ کرکے اس امر کا جائزہ لیتے رہو کہ تم آئندہ زندگی کو سنوارنے کے لیے فی الوقت کیا اعمال بجالا رہے ہو۔ ایسے لوگوں کو جو پہلے ہی سے آئندہ کی فکر رکھنے والے ہوں خدا نے بشارت دی ہے کہ وہ بہرحال کامیاب ہوں گے اور جب قیامت کے روز اپنے مولا کے روبرو پیش ہوں گے تو انہیں کسی قسم کی خجالت اور شرمندگی اٹھانی نہیں پڑے گی بلکہ وہ یہ دیکھ کر کہ ان کا خدا ان سے راضی ہے، خوش ہوں گے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے دوران صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو محاسبۂ نفس کی پُرزور تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

حساب خداوندی سے پہلے اپنے اعمال کی جانچ پڑتال کرلو اور عذاب سے پہلے اس دن کے لیے راستہ تیار کرلو اور وقت سے پہلے کوچ کا سامان مہیا کرلو۔ کیونکہ وہ عدل اور انصاف اور فیصلہ برحق کا مقام ہے۔ جس نے پہلے سے ڈرایا اور اس نے کسی قسم کی کوتاہی کے بغیر اپنا فرض ادا کردیا۔ (خطبات نبوی صفحہ 54)

اس خطبہ میں آنحضرت ﷺ نے تلقین فرمائی ہے کہ قبل اس کے کہ خدا تم سے حساب لے تم خود ہی اپنے نفسوں اور اعمال کا محاسبہ کرکے اپنی ہر کجی کو دُور کرلو۔ یعنی قبل اس کے کہ موت آکر اعمال کے سلسلہ کو ختم کردے تمہیں چاہیے کہ تم اپنا محاسبہ کرکے صحیح جادۂ عمل پر گامزن ہوجاؤ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام محاسبۂ نفس کی اہمیت کو ایک نہایت ہی لطیف مثال سے واضح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

’’ہر ایک نور یا اندھیرا پہلے دل میں پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہوجاتا ہے۔ سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو۔ اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردّی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردّی پاؤ اس کو کاٹ کر باہر پھینکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کردیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔‘‘

(ازالہ اوہام صفحہ 827)

آپؑ نے محاسبہ نفس کی تلقین کے علاوہ اس امر پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ محاسبہ نفس کا معیار کیا ہونا چاہیے۔ چنانچہ نہایت پُر درد انداز میں فرماتے ہیں:

’’خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہوجاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے ہوجاؤ اور اسی کے لیے زندگی بسر کرو اور اس کے لیے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیے کہ ہر ایک صبح تمہارے لیے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لیے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔‘‘

(کشتی نوح صفحہ 17)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن مجید، احادیث نبوی ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیش بہا نصائح کی روشنی میں اپنے نفسوں کا ہر آن محاسبہ کرنے اور اصلاح نفوس کے ذریعہ ہر آن اسلام کے مقرر کردہ جادۂ عمل پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ارحم الراحمین

حضرت مہاشہ محمد عمر صاحب مرحوم

(سابق یوگندر پال)

(فرخ سلطان محمود)

(قسط دوم۔ آخر)

☆ قادیان سے ہجرت کے بعد جماعت کی مالی حالت مضبوط نہ تھی۔ کارکنان کو ایک واجبی سی رقم خرچ کے لیے ملتی تھی اور بعض اوقات اس میں بھی تسلسل ٹوٹ جاتا تھا۔ ان حالات میں بعض اوقات مہاشہ صاحب کے پاس اتنے پیسے نہیں ہوتے تھے کہ اگر بیمار ہوں تو دوائی ہی لے سکیں۔ بس کا کرایہ نہ ہونے کے باعث بعض اوقات پیدل سفر کرنا پڑتا۔ ایک دفعہ آپ نے اہلیہ کو خط میں لکھا کہ بیمار ہوں اور دوائی کے پیسے نہیں ہیں۔ لیکن اس تنگی کے زمانے میں بھی آپ نے جماعت کے وقار اور اپنی سفید پوشی کا بھرم قائم رکھا اور کبھی شکایت کے رنگ میں ذکر نہ کیا۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے یہ توفیق بخشی ہے کہ حتی المقدور جماعت اور اسلام کی خدمت کرسکیں۔ بارہا آپ کی اہلیہ کو ربوہ سے کپڑے بنوا کر آپ کو بھجوانے پڑتے۔ لیکن جماعت کا وقار اور عزت ان کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھی۔

☆ ایک دفعہ آپ کو مشرقی پاکستان واپس ڈیوٹی پر جانا تھا۔ روانگی سے قبل حضرت مصلح موعودؓ سے ملاقات کر کے آگئے لیکن سفر پر روانہ نہ ہوئے۔ مغرب کی نماز میں حضورؓ نے آپ کو دیکھا تو نماز کے فوراً بعد پیغام بھجوایا کہ آپ گئے کیوں نہیں فوراً چلے جائیں۔ آپ اپنی اہلیہ سے کچھ پیسے لے کر اسی وقت لاہور روانہ ہوگئے۔ وہاں سے کسی طرح کراچی بھی پہنچ گئے لیکن وہاں سے روانگی نہ ہوسکی۔ حضورؓ کو علم ہوا تو حضورؓ نے پیغام بھیجا کہ کراچی میں کیوں ٹھہر گئے ہیں فوراً بنگال چلے جائیں۔ اس پر آپ کے بے تکلّف دوست محترم چودھری محمد عبداللہ صاحب امیر جماعت کراچی نے پوچھا کہ آپ کیوں ٹال مٹول کر رہے ہیں؟ آپ نے بتایا کہ حضور کو مجھے کرایہ کے پیسے دینے یاد نہیں رہے اور میں حضور سے مانگ نہیں سکتا۔ اس پر انہوں نے آپ کو ٹکٹ لے کر دیا اور کچھ سفر خرچ بھی دیا تو آپ روانہ ہوگئے۔

☆ محترم مہاشہ صاحب نے دین کو دنیا پر مقدّم رکھنے کا عہد ہمیشہ نبھایا۔ ایک دفعہ گرمیوں میں آپ کو بیماری کی وجہ سے ڈاکٹر نے کسی ٹھنڈے مقام پر جانے کا مشورہ دیا۔ آپ نے دفتر کو اس کی اطلاع کردی لیکن کسی مصلحت کی بِنا پر آپ کو جیکب آباد جانے کا حکم ہوا (جو گرم ترین مقام ہے) آپ بغیر کوئی شکوہ کیے وہاں چلے گئے۔ بعد میں دفتر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو آپ کو سکھر جانے کا حکم ہوا۔

☆ محترم مہاشہ صاحب کا سلوک اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ نہایت معززانہ تھا۔ ہمیشہ 'آپ' کہہ کر مخاطب کرتے۔ کبھی درشت لہجہ یا سخت الفاظ استعمال نہ کیے۔ بچوں کے کسی عمل سے اگر والدہ کو کوئی تکلیف پہنچتی یا کوئی بچہ والدہ کے ساتھ اُس احترام سے پیش نہ آتا جو ماں کا حق ہوتا ہے تو اُس بچے کے رویے پر شدید ناپسندیدگی کا اظہار کرتے اور یہ اظہار آپ کے چہرے سے عیاں ہوجاتا۔ لیکن دوسری طرف گھر میں خواہ کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہوجائے اس پر کبھی سرزنش نہ کرتے۔

☆ آپ کا سلوک اپنے سسرال سے بھی نہایت اچھا تھا۔ سسر کی وفات کے بعد آپ کی ساس صاحبہ اپنی وفات یعنی 15 سال تک آپ کے ہاں مقیم رہیں۔ آپ ان کی بے حد عزت و تکریم کرتے اور خود حضرت اماں جی کہہ کر مخاطب کرتے اور بچوں کو بھی بار بار تاکید کرتے کہ اماں جی کی دلجوئی اور آرام کا خاص خیال رکھیں۔ ایک دن اماں جی کو یہ کہتے سن لیا کہ منشی صاحب کی وفات کے بعد میرے پاس کان میں پہننے کے لیے کوئی زیور نہیں تو باوجود اپنی محدود آمدنی کے آپ نے اُن کو سونے کی بالیاں بنوا کر دیں۔ اماں جی بھی آپ کی بہت عزت کرتیں اور وفات کے وقت بھی آپ کا نام ہی ان کی زبان پہ تھا۔ لیکن افسوس کہ آپ اُن کی وفات کے پانچ منٹ بعد لاہور سے ربوہ پہنچے۔

☆ محترم مہاشہ صاحب کی بیٹی مکرمہ ثریا غازی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ابا جان کو صدقے پر بہت یقین تھا۔ خود بھی بہت صدقہ دیتے تھے اور ہمیں بھی یہی تلقین کرتے تھے کہ صدقہ دینے میں بہت برکت ہے۔ جب میری عمر 5 سال کی تھی تو امی جان نے میری ممانی کے ساتھ اُن کے گاؤں جانے کا پروگرام بنایا جو بٹالہ سے گیارہ میل کے فاصلے پر تھا اور یہ سفر تانگے پر کرنا پڑتا تھا۔ ابا جان ویسے بھی سفر پر جانے سے پہلے صدقہ دینے کی تلقین کرتے تھے۔ لیکن اُس سفر سے ایک رات پہلے مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں اور میرا ماموں زاد بھائی گاڑی سے نیچے گر گئے ہیں۔ مَیں نے ابا جان کو اپنا خواب بتایا تو انہوں نے مجھے اسی وقت 16 آنے کی ریزگاری دی کہ جاؤ یہ فلاں بیوہ عورت کو دے آؤ اور امی جان کو تاکید کی کہ بھابھی صاحبہ کو بھی صدقہ دینے کی تاکید کردیں۔ لیکن ممانی نے ایک بچی کی خواب کو اہمیت نہ دی۔ بہرحال جب ہم منزل پر پہنچے تو گھوڑا اچانک بدک گیا اور تانگہ اُلٹ گیا۔ باقی لوگ تو محفوظ رہے لیکن میرے ماموں زاد بھائی کی ٹھوڑی میں لوہے کی راڈ ایک انچ تک کھب گئی۔ بڑی مشکل سے خون بند کیا اور اس کو چارپائی پر ڈال کر ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ بعض لوگ شاید بچوں کی خوابوں کو اتنی اہمیت نہ دیں لیکن ابا جان ہمیشہ بہت اہمیت دیتے اور صدقہ کرنے پر بہت زور دیتے تھے۔

ابا جان کو اپنے بچے بہت عزیز تھے اور بچپن میں بعض اوقات ہماری ذہنی سطح پر آکر ہم سے سلوک فرماتے اور ہمیں احساس تک نہ ہونے دیتے۔ قادیان میں رمضان کے مہینے میں جب ابا جان اور امی جان روزہ رکھنے کے لیے اٹھتے تو ہم بہن بھائی بھی صبح اٹھ کر روزہ رکھنے کی خواہش کرتے۔ رات کو ابا جان کو تاکید کرتے کہ ہم نے روزہ رکھنا ہے صبح ہمیں جگا دیں۔ آپ بڑی سنجیدگی سے جواب دیتے کہ ہاں

کیوں نہیں۔ چنانچہ ہم صبح اٹھ کر سحری کھا کر روزہ رکھ لیتے۔لیکن بچپن تھا روزہ رکھنے کی خواہش اپنی جگہ کافی شدید ہوتی لیکن دوپہر کو بھوک برداشت نہ کر سکتے اور بُری حالت ہوجانے کے باوجود روزہ کھولنے پر تیار نہ ہوتے۔ اس پر اباجان نے ایک ایسا حل ڈھونڈا کہ ہماری عزت نفس بھی قائم رہے اور ہم کھانا بھی کھالیں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ لوگ اپنا روزہ میرے پاس رکھوا دیں اور کھانا کھا کر آ کر واپس لے لیں۔ چنانچہ ہم ایسا ہی کرتے اور خوش ہوتے کہ ہمارا روزہ ٹوٹا نہیں اور شام کو سب کے ساتھ مل کر روزہ کھولتے۔

آپ کوشش کرتے کہ ہر کام اپنے ہاتھ سے کریں، کسی کو کام کہنا ان کی طبیعت کو گوارہ نہیں تھا۔ بہت کم کوئی فرمائش کرتے اور جو کام ان کے لیے کیا جاتا اس کے لیے اس قدر احسان مندی کا اظہار فرماتے کہ ندامت محسوس ہونے لگتی۔

اباجان جب بھی باہر سے آتے تو اکثر اچانک ہی پہنچا کرتے۔ آپ کے آنے سے گھر میں ہمیشہ خوشی کی لہر دوڑ جاتی کیونکہ کبھی خالی ہاتھ گھر نہ آتے تھے اور ضرور کچھ تحائف لے کر آتے۔ اگر بازار تک بھی جاتے تو آتی دفعہ کوئی پھل مٹھائی وغیرہ ضرور لے کر آتے۔ مجھے یاد نہیں کہ کبھی خالی ہاتھ گھر لوٹے ہوں۔

مَیں نے جب لاہور جا کر C.T. ٹریننگ لینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اجازت دینے سے صاف انکار کر دیا۔ آپ لڑکیوں کے ملازمت کرنے کو ناپسند فرماتے تھے اس لیے بار بار لکھنے کے باوجود اجازت نہ دی۔ بالآخر مَیں نے آپ کو لکھا کہ مجھے ربوہ کا پانی موافق نہیں آتا جس کی وجہ سے میری صحت کافی گر گئی ہے اس لیے مجھے ایک سال کے لیے لاہور جا کر پڑھنے کی اجازت دے دیں تاکہ آب وہوا بدلنے سے میری صحت بحال ہو جائے۔ اس پر آپ نے اجازت تو دے دی لیکن خطوط کے ذریعے ہمیشہ اس بات کا احساس دلاتے رہے کہ تمہارا کوئی قدم ایسا نہ اٹھے جو کسی بھی رنگ میں جماعت یا خاندان کے لیے شرمندگی کا باعث بنے۔

اپنے ایک خط میں آپ نے لکھا: میری بچی یہ خدائی فضل ہے کہ اس نے تمہیں موقع دیا ہے کہ تم آئندہ ترقی کے راستہ پر چل سکو۔ معلوم ہوا ہے کہ تم ہوسٹل میں ہی رہوگی لیکن اس موقع پر میں ایک نصیحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مَیں تم سے کئی سومیل دُور ہوں اور تمہاری امی جان بھی تمہارے پاس نہیں ہیں۔ مجھے تم سے امید ہے کہ تم ایک احمدی لڑکی کی طرح تعلیم حاصل کروگی اور اپنی اس دُوری کو نتیجہ خیز بنانے کی کوشش کروگی۔ لاہور کی فضا بہت گندی اور خراب ہے کہ جب تک خداتعالیٰ کا خاص فضل وکرم نہ ہو اس سے محفوظ رہنا مشکل ہے۔لیکن میں تمہیں ان بچوں سا نہیں سمجھتا جو ماں باپ کی سنت کے خلاف کوئی ایسا کام کریں جو اُن کو دکھ دینے والا ہو۔ تم نے لاہور جا کر میری پریشانی کو زیادہ بڑھا دیا ہے اور میرے تفکّرات میں قدرے اضافہ کر دیا ہے۔لیکن اگر تم نے ایک احمدی بچی کی طرح اپنے تعلیمی ایام گزارے تو میں سمجھوں گا کہ تم نے ماں باپ کی عزت اور وقار کو رکھ لیا۔ یہ صحیح ہے کہ میں بظاہر تمہاری نگرانی نہیں کر سکتا کیونکہ میں تم سے دُور ہوں لیکن یہ بھی خیال رہے کہ باپ کو اپنی اولاد سے ایسی محبت اور اُنس ہوتا ہے کہ جس سے وہ اپنی اولاد کے اعمال سے بہت حد تک مطلع رہتا ہے اس لیے میری پیاری بچی تم کو کوئی تمہاری سہیلی ایسی بات پر مجبور نہ کرے جو احمدیت کے وقار کے خلاف ہو اور اس کا علم مجھے ہونے پر تم کو ندامت ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم ان تمام باتوں کا خیال رکھو گی لیکن باپ ہونے کی حیثیت سے جو فرض تھا کہ مَیں تم کو نصیحت کروں تاکہ خدانخواستہ بعض سہیلیوں کے مجبور کرنے پر ایسا قدم نہ اٹھاؤ جس سے مجھے تکلیف ہو۔ احمدیت نے جس سے روکا ہے اس کو کبھی نہ دیکھو خواہ کچھ ہو۔ یہ میرا حکم ہے۔ اور نہ ہی ہوسٹل سے باہر کسی کے مکان پر جاؤ خواہ کوئی ہو۔ اپنی اس جان کو اپنی خیریت سے اطلاع دیتی رہا کرو۔ نیز حضرت صاحب کو بھی کبھی کبھی خط لکھتی رہا کریں۔ اس میں تمہارا بھلا ہوگا۔ امید ہے کہ تم میری نصائح پر عمل کروگی اور خدا وہ دن نہ لائے کہ تم سے مجھے کوئی تکلیف ہو۔ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ ہو اور تمہارا نگہبان اور حافظ ہو۔

شادی کے بعد میری 5 بیٹیاں اُن کی زندگی میں پیدا ہوئیں۔ ہر بچی کی پیدائش پر اباجان کا اس قدر تسلی سے لبریز خط آجاتا کہ یوں لگتا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا سے بڑھ کر ہمیں ہی عزت دی ہے اور اپنی راحت کو ہمارے گھر بھیجا ہے مگر افسوس کہ آپ میرے بیٹے کی پیدائش سے قبل وفات پا گئے۔

مَیں نے جب سے ہوش سنبھالی اپنی بیٹھک میں کسی نہ کسی مہمان کو رہتے دیکھا جس کے کھانے اور دیگر ضروریات کا خرچ اباجان نے اٹھایا۔ مکرم قاضی غلام نبی صاحب مرحوم جو اباجان کے گاؤں کے رہنے والے تھے اور یتیم تھے، ہماری بیٹھک میں رہے۔ اباجان نے 10 روپے ماہوار پر اُن کو نوکری دلوادی۔ یہ رقم وہ اپنی بیوہ ماں اور بھائی بہنوں کے لیے بھجوادیتے اور اُن کا خرچ اباجان خود برداشت کرتے رہے۔ بعد میں اُن کے اہل وعیال کو بھی بلوا لیا اور وہ ہمارے ہاں کافی دیر تک مقیم رہے۔ مکرم خورشید احمد صاحب سیالکوٹی بھی کافی عرصہ ہمارے ہاں مقیم رہ کر اپنی تعلیم مکمل کرتے رہے۔ اسی طرح ایک ریاض صاحب بھی تھے جو تقریباً تین سال ہمارے پاس مقیم رہے۔ جلسہ سالانہ پر تو بڑی باقاعدگی سے کئی فیملیاں ہمارے ہاں ٹھہرا کرتی تھیں۔

ایک دفعہ اباجان دورے سے واپس تشریف لائے تو اُن کے ساتھ ایک لڑکا تھا۔ آپ نے بتایا کہ یہ نومسلم ہے اور قادیان میں رہ کر اسلامی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ ہماری بیٹھک میں رہنے لگا اور ہمارے گھر سے کھانا کھاتا تھا۔ اُس کا اسلامی نام نصراللہ رکھا گیا۔ بظاہر وہ بہت اخلاص کا اظہار کرتا اور اُس نے بہت جلد محلے میں اپنا اعتبار قائم کر لیا۔ قریباً چھ ماہ بعد جب امی جان کو دو تین دن کے لیے نانی جان کے گھر جانا پڑا اور اباجان دورے پر تھے تو نصراللہ نے پیٹی کا تالہ کھولا اور اس میں سے 140 روپے نکال لیے، بعض قیمتی چیزیں بھی اٹھالیں اور بازار سے اباجان کے نام پر ایک سائیکل لے کر بھاگ گیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ لاہوری جماعت کے پاس چلا گیا اور کہا کہ میں قادیان سے آیا ہوں لیکن مرزا صاحب کو نبی ماننے کو میرا دل نہیں مانتا۔ اس پر انہوں نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ لیکن کچھ دنوں بعد اس نے وہاں سے تین سو روپے چوری کیے اور بھاگ گیا۔ اباجان نے تو افسوس ہی کیا لیکن امی جان سخت ناراض ہوئیں کہ ہر ایک پر اعتبار کر لیتے ہیں۔

☆ محترم مہاشہ صاحب کے بیٹے مکرم نصیر احمد ظفر صاحب (ریجنل امیر، ساؤتھ ریجن یوکے) بیان کرتے ہیں کہ اباجان نے بچپن سے ہی ہمیں نماز کی عادت ڈالنے کی کوشش کی۔ جب بھی ربوہ میں ہوتے تو نماز فجر کے لیے ہمیں بڑے پیار سے جگاتے۔ تہجد اور نماز فجر کے بعد بڑی دیر تک دعاؤں میں مشغول رہتے۔ درثمین کے اشعار بڑے ذوق سے پڑھتے۔ حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب ہمارے محلّہ میں ہی رہتے تھے اور اکثر نماز عصر یا مغرب کے بعد مجھے اور میرے برادر اکبر منیر احمد صاحب کو مسجد سے نکلتے ہوئے اپنے ساتھ ہی لے کر چلتے اور اپنا گھر آنے تک ہم دونوں سے مختلف دعائیں اور قرآنی آیات سنتے جاتے۔ ایک

دن ابا جان گھر آئے تو بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔ فرمایا کہ آج حضرت شاہ صاحب نے بچوں کی تعریف کر کے مجھے خوش کر دیا۔...... ابا جان کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔ آپ نے ہم دونوں بھائیوں کو انعام کے طور پر کچھ پیسے بھی دیے۔

ابا جان نے اپنے بچوں کو کبھی بدنی سزا نہیں دی سوائے ایک بیٹے کو غالباً زندگی میں پہلی اور آخری بار مارا جب آپ کو معلوم ہوا کہ اُس نے سگریٹ نوشی شروع کر دی ہے۔ ورنہ اگر کبھی غصہ آیا بھی تو گھر سے باہر چلے جاتے اور جب ناراضگی دُور ہو جاتی تو واپس تشریف لے آتے۔ مجھے بچپن میں مٹی کھانے کی عادت تھی۔ ایک دن ابا جان نے مجھے ڈرانے کے لیے ڈنڈا پکڑا کہ خبردار آئندہ مٹی نہ کھانا۔ وہ ڈنڈا صرف پکڑنے اور ڈرانے کی حد تک ہی تھا۔

ابا جان کو جانوروں سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا۔ لیکن ہم نے اپنے گھر ربوہ میں ایک کتا اور ایک بلی پال رکھی تھی۔ آپ اگرچہ کتے کو پسند نہ کرتے تھے مگر جب ہم سے کبھی اس کو کھانا یا پانی دینے میں کوتاہی ہو جاتی تو ناراضگی کا اظہار فرماتے اور پھر اپنے ہاتھ سے اس کو پانی اور خوراک وغیرہ دیتے اور کہتے کہ یہ معصوم جانور تم نے رکھا ہوا ہے تو اس کی ضروریات کا بھی خیال رکھا کرو۔

ابا جان اپنی ذات کے لیے کوئی تکلّف نہ کرنے دیتے اور نہ ہی کوئی توقع رکھتے۔ اگر کوئی چیز دستیاب ہو گئی تو ٹھیک ورنہ کوئی تردّد نہ کرتے۔ کسی پکی ہوئی چیز میں نقص نہیں نکالا۔ جو مل گیا جیسا مل گیا کھا لیا۔ میری والدہ محترمہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ رمضان کے دوران وہ سالن میں نمک ڈالنا بھول گئیں۔ روزے کی وجہ سے سالن چکھ نہ سکیں۔ روزہ کھول کر ابا جان نے بڑے اطمینان سے وہ پھیکا سالن کھا لیا۔ بعد میں امی جان کو علم ہوا تو پوچھا کہ بالکل پھیکا اور بدمزہ کھانا کیوں کھا لیا؟ فرمایا کہ مجھے آپ کے پکائے ہوئے پر اعتراض کرنا مناسب نہیں معلوم ہوا۔

ہمارے بچپن میں ابا جان کا زیادہ وقت باہر ہی گزرتا لیکن جب کبھی واپس آتے تو ہماری عید ہو جاتی۔ آپ ہماری بات نہیں ٹالتے تھے۔ سکول جاتے وقت امی جان سے پیسے مانگنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی لیکن جب آپ گھر میں ہوتے تو ہم دروازے کی اوٹ میں کھڑے ہو کر آپ کو اشارے سے باہر بلاتے۔ آپ خاموشی سے باہر آتے اور ہمارے ہاتھ پر پیسے رکھ کر واپس چلے جاتے۔ آپ کو اپنی اولاد سے بے حد محبت تھی لیکن اس کے باوجود ہمیں اچھی طرح معلوم تھا کہ ابا جان کس بات کو برداشت کریں گے اور کس کو نہیں۔ ہماری کوئی حرکت احمدیت کے وقار کے خلاف برداشت نہیں کرتے تھے خواہ وہ کتنی معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ جہاں جماعت اور خلافت کا معاملہ آتا تو فوراً کہہ دیتے کہ اگر تم نظام جماعت کی پابندی کرو گے اور خلافت کی مکمل غیر مشروط اطاعت کرو گے تو میرے ہو ورنہ مَیں نے اس دین کی خاطر اپنے ماں باپ اور دوسرے عزیز چھوڑ دیے، تم کیا چیز ہو۔

مجھے بعض اوقات تعجب ہوتا تھا کہ ایک شخص جو ہندو گھرانے میں پیدا ہوا اور اسی ماحول میں پلا بڑھا اس کو اسلام کی کس قدر غیرت تھی۔ اپنے بچپن میں جب ہم ربوہ میں صدر انجمن کے کوارٹرز میں رہتے تھے۔ مَیں ایک دن اپنی طرح میں ایک اردو گانے کے بول گانے کی کوشش کر رہا تھا کہ رام رحیم ایک ہیں۔ اس پر ابا جان نے سن کر فرمایا کہ مَیں تو رام کو چھوڑ کر ادھر آیا تھا تم نے اس کو کہاں سے پھر پکڑ لیا ہے۔ پھر بڑے جلال سے فرمایا کہ رام اور رحیم ایک کیسے ہو سکتے ہیں!

☆ مکرم محمد عبدالرشید صاحب حیدرآبادی بیان فرماتے ہیں: مولانا مہاشہ محمد عمر صاحب سے خاکسار کی پہلی ملاقات مسجد احمدیہ ڈھاکہ میں ہوئی جہاں مسجد سے ملحقہ ایک کمرے میں خاکسار 1957ء میں مقیم رہا۔ آپ بھی وہیں رہتے تھے۔ رات کبھی آنکھ کھل جاتی تو مولانا کے رونے کی آواز آتی۔ وہ تہجد میں گڑگڑا کر دعائیں مانگتے۔ نماز فجر کے لیے خاکسار کو بہت ہی پیار سے جگاتے۔ ہمیشہ نصیحت فرماتے کہ نماز کو کسی حالت میں ترک نہ کرنا، نماز ہی نجات کا ذریعہ ہے۔

آپ بہت بلند پایہ عالم دین، دعا گو اور بااخلاق مبلغ سلسلہ تھے۔ نہایت پُرمغز گفتگو کرتے اور ہر کسی کا دُکھ اتنے غور سے سنتے کہ سنانے والے کو اُن کی ہمدردی کا یقین ہو جاتا۔ بہت ہی سادہ زندگی گزارتے۔ خاکسار نیا نیا ڈھاکہ میں وارد ہوا تو بہت کوشش کر کے بھی ملازمت نہ ملی۔ آپ نے ایک دن خود پوچھا اور مجھے شاہنواز لمیٹڈ لے گئے اور کام پر رکھوا دیا۔ احمدیوں کے علاوہ غیروں سے بھی ان کے خاص تعلقات تھے۔ اس زمانہ میں پاکستانی سیاست میں بہت ہیجان تھا۔ بڑے بڑے سیاسی رہنما آپ سے ملتے اور مشورہ لیتے۔ ان رہنماؤں میں مسلم لیگ اور عوامی لیگ (دونوں جماعتوں) کے لیڈر ہوا کرتے تھے۔ یہ سب مولانا کے مشورے کو بہت اہمیت دیتے۔

☆ مکرم مبشر احمد گوندل صاحب بیان کرتے ہیں کہ محترم مہاشہ صاحب کی حیدرآباد میں تعیناتی کے دوران آپ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ آپ کی علمیت کا اندازہ اس وقت ہوتا جب آپ تقریر کر رہے ہوتے یا کسی اعتراض کا جواب دے رہے ہوتے۔ ایک جماعت میں خاکسار کو آپ کے ساتھ جانے کا موقع ملا جہاں دو بھائیوں کی اولاد آباد تھی جن کی آپس میں کشیدگی تھی۔ آپ نے فریقین کو بٹھا کر کافی سمجھایا۔ گرمیوں کے دن تھے، مسجد سے باہر ہماری دو چارپائیاں بچھائی گئیں۔ جب لوگ چلے گئے تو آپ نے مجھے کہا کہ چلو مسجد میں جا کر ان لوگوں کے لیے دعا کریں۔ ہم دونوں مسجد میں جا کر نفل ادا کرنے لگے۔ خاکسار کچھ وقت میں چار نفل ادا کر کے چارپائی پر آ کر سو گیا۔ کافی دیر کے بعد مجھے کسی کی سسکیوں کی آواز آئی۔ ساتھ والی چارپائی خالی تھی۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ مربی صاحب بدستور دعا میں مصروف ہیں۔ مجھے تو پھر نیند نے آلیا۔ صبح فجر کی نماز کے لیے جب بیدار ہوا تب بھی آپ مسجد میں موجود تھے۔ مجھے احساس ہوا کہ آپ ساری رات بستر پر نہیں آئے۔ صبح ناشتے کے دوران مَیں نے پوچھ ہی لیا تو کہنے لگے ان دونوں بھائیوں کے آپس میں حالات دیکھ کر ان کے لیے دعا کا موقع مل گیا تھا اور تھوڑی دیر صف پر لیٹ کر کمر سیدھی کر لی تھی۔

☆ حضرت مہاشہ صاحب بتایا کرتے تھے کہ 1943ء میں ایک تبلیغی دورہ کے دوران محترم گیانی عباداللہ صاحب اور مولوی عبدالمالک خان صاحب کے ساتھ مَیں ایک ایسے شہر میں پہنچا جہاں جنگ عظیم کی وجہ سے پٹرول کا ایک بہت بڑا سرکاری ذخیرہ رکھا گیا تھا۔ جب ہم اس شہر میں وارد ہوئے تو پولیس نے روک لیا اور نام پوچھے۔ میرا نام مسلمانوں والا اور ساتھ مہاشہ اور اسی طرح گیانی صاحب کا نام مسلمانوں والا اور ساتھ گیانی کا لقب دیکھ کر پولیس نے کہا کہ اسی وقت یہ شہر چھوڑ دو کیونکہ ہم تمہاری حفاظت کی ذمہ داری نہیں لے سکتے۔ اس پر ہم وہاں سے گجرات کاٹھیاواڑ آ گئے اور ایک مسجد میں ورود کیا۔ امام مسجد کو جب یہ معلوم ہوا کہ ہم احمدی ہیں تو ہم کو مسجد سے نکل جانے کو کہا۔ ہم نکل کر وہاں کے راجہ صاحب کے محل پر پہنچے۔ جب اُن تک رسائی ہوئی اور ہم نے اپنا تعارف کرایا تو انہوں نے ہمیں سرکاری مہمان خانے میں ٹھہرایا اور اپنی ایک کار ڈرائیور کے ساتھ ہمارے استعمال کے لیے دی۔ نیز شام کا کھانا اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دی۔ ہم اس کار

میں سوار ہوکر شہر کی سیر کے لیے نکلے تو اس مسجد کی طرف بھی گئے جہاں سے ہمیں نکالا گیا تھا۔ مولوی صاحب سرکاری جھنڈے والی کار دیکھ کر بھاگتے ہوئے مسجد سے باہر آئے لیکن کار میں ہمیں دیکھ کر گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ آپ لوگ تو بلاوجہ چلے گئے، مَیں تو مذاق کررہا تھا، آپ جب تک چاہیں مسجد میں قیام کرسکتے ہیں۔ اس پر ہم نے کہا کہ مولانا! ہم یہاں قیام کرنے نہیں آئے، راجہ صاحب نے ہمیں کھانے کی دعوت دی ہے اور کیونکہ آپ نے ہمارے ساتھ بہت شفقت کا سلوک فرمایا تھا اس لیے ہم آپ کو بھی لینے آئے ہیں۔ اس پر وہ شرمندہ ہوئے اور ساتھ ہی اطمینان کا سانس لیا کہ ہم نے راجہ صاحب کے پاس اُن کی شکایت نہیں کی۔

☆ محترم ماسٹر محمد شفیع اسلم صاحب بیان کرتے ہیں کہ 1923ء میں آریہ قوم نے ہندوستان کے صوبہ یوپی میں بے خبر اور غریب مسلمانوں کو شدھ (مرتد) کرنا شروع کردیا تھا اور تھوڑے سے عرصہ میں تیرہ ہزار مسلمانوں کو مرتد کرلیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سینکڑوں آنریری مجاہد بیک وقت میدان شدھی میں بھیج دیے جنہوں نے چند ماہ میں اس کا نقشہ ہی بدل دیا اور ایک سال کے اندر اندر گیارہ ہزار مُرتد دوبارہ مسلمان بنالیے۔ خاکسار نے مستقل طور پر کئی سال اس میدان میں سادھو بن کر کام کیا۔ مہاشہ صاحب کو ابھی تھوڑا عرصہ ہی اسلام لائے ہوا تھا مگر آپ نے وہاں بڑے بڑے پنڈتوں سے کامیاب مناظرے کیے۔

☆ محترم مہاشہ صاحب کیونکہ فاضل سنسکرت تھے اس لیے ہندوؤں سے مناظرہ میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ ظہور احمد صاحب ''کشمیر کی کہانی'' میں لکھتے ہیں: ''گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے کے مصداق ہندو مہاشہ کے مقابلہ پر مسلم مہاشہ پر نظر پڑی اور پنجاب سے مہاشہ محمد عمر نامی ایک مستعد فاضل سنسکرت مسلم مبلغ کو وہاں بھجوایا گیا۔ جس نے اس حوالہ اور جرأت سے ہندو مہاشوں کو للکارا اور ہر مقام پر انہیں دلائل کے واروں سے ایسا عاجز کیا کہ انہیں یہ میدان چھوڑتے ہی بنی۔'' (صفحہ 30)

☆ محترم مہاشہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ شدّھی تحریک کے دوران ایک دن ہمارا وفد نگر یا جواہر پہنچا جہاں کے تمام مسلمان مُرتد ہوگئے تھے۔ گاؤں والوں نے کہا کہ آپ لوگ یہاں سے نکل جائیں ورنہ جبراً نکال دیا جائے گا۔ چنانچہ ہم وہاں سے رات گیارہ بجے کے قریب نکلے۔ راستہ دریائے گنگا کے کنارے کنارے تھا۔ رات اندھیری تھی جس کی وجہ سے کافی دقّت ہوتی تھی۔ چوہدری وزیر محمد صاحب آگے آگے چلتے اور پھر کھڑے ہوکر آواز دیتے کہ آجاؤ راستہ ٹھیک ہے تو ہم سب آگے چل دیتے۔ ایک مقام پر راستہ نہایت خطرناک تھا کیونکہ وہاں پر ایک نالہ گنگا میں آکر گرتا تھا۔ اسی اثنا میں دریائے گنگا سے ایک چراغ نمودار ہوا جو بڑھتے بڑھتے اونچے منارے کے برابر ہوگیا اور ہمارے بالکل قریب آگیا جس کی وجہ سے ہم نے وہ خطرناک راستہ آسانی کے ساتھ طے کرلیا۔ مَیں چونکہ نیا نیا مسلمان ہوا تھا اس لیے مَیں ڈر کر میاں محمد یامین صاحب مرحوم کے ساتھ چمٹ گیا کہ شاید کوئی بھوت چڑیل نہ ہو۔ میری گھبراہٹ کو دیکھ کر انہوں نے کہا: ''میاں فکر نہ کرو یہ خدائی آگ ہے جو تمہاری راہنمائی کے لیے خدا تعالیٰ نے بھیجی ہے۔''

یہ پہلا نشان تھا کہ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے صداقتِ اسلام کا دکھایا۔

☆ کشمیر کے مسلمانوں کی خدمت کی توفیق بھی آپ کو ملی۔ آپ کو حضورؓ نے خاص طور پر کشمیر بھجوایا تا کہ مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھانے کی ہمت دلائیں۔ آپ بتاتے تھے کہ ایک دفعہ ایک جلسہ میں مجھے تقریر کرنی تھی اور مجھے یقین نہیں تھا کہ زندہ بچ کر وہاں سے نکل آؤں گا۔ اس دن مَیں نے سر پر کفن باندھ کر تقریر کی۔ اور محض اللہ تعالیٰ نے وہاں سے بچ کر نکل آنے کی راہ نکال دی۔

☆ محترم مہاشہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ریاست جموں و کشمیر میں گائے کا مارنا جرم تھا اور جو کوئی گائے کو ذبح کرتا حکومت کی طرف سے اس کو دس سال قید کی سزا تھی۔ چنانچہ انہی ایام میں ایک گاؤں میں بعض مسلمانوں نے ایک گائے کو ذبح کیا۔ ہائی کورٹ نے ماتحت عدالت کی سزا کم کر کے تین سال کردی۔ اس پر تمام ریاست میں خطرناک احتجاج شروع ہوگیا۔ ہندوؤں نے گائے کی حرمت ثابت کرنے کے لیے ہندوستان کے بڑے بڑے وِدوان پنڈتوں کو بلوایا اور مسلمانوں کو اخبارات اور اشتہارات کے ذریعے بحث کرنے کا چیلنج دیا کہ کیا ہندو دھرم کی تعلیم کے مطابق گائے کا مارنا پاپ ہے یا نہیں۔ مکرم چوہدری عبدالواحد صاحب امیر جماعت کشمیر کی درخواست پر حضورؓ نے مجھے ہدایات دے کر وہاں بھیجا۔ میں نے جاتے ہی اخبار ''اصلاح'' سرینگر میں ہندوؤں کے چیلنج کو منظور کرتے ہوئے متواتر مضامین لکھے اور اپنے حوالوں کا جواب دینے پر ہزار روپیہ انعام مقرر کیا۔ اسی طرح اشتہارات میں مناظروں کا چیلنج دیا۔ اس پر حکومت اور ہندو اتنے گھبرائے کہ مہاراجہ کے پولیٹیکل سیکرٹری نے مکرم چوہدری صاحب اور خاکسار کو بلوایا اور کہا کہ اس وقت ریاست میں سخت بدامنی ہے۔ ہندو اور مسلمانوں کے جذبات ابھرے ہوئے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس وقت آپ گائے کے کھانے پر مضامین نہ لکھیں۔ ہم ہندوؤں کو بھی منع کردیں گے۔ چوہدری صاحب نے فرمایا کہ چیلنج تو ہندوؤں نے دیا ہے۔ وہ اپنا چیلنج واپس لے کر معذرت کریں تو ہم بھی کچھ نہیں لکھیں گے۔ لیکن جب تک وہ اپنا چیلنج واپس نہیں لیں گے ہم اس مضمون پر لکھتے رہیں گے۔

آخر جب ہمارے بار بار ہندوؤں کو مناظرہ کے لیے بلانے کے ان کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ سامنے آتے تو تحریری طور پر انہوں نے لکھ کر دیا کہ بدامنی سے چونکہ حکومت بھی پریشان ہے اس لیے ہم نے حکومت کے مشورے سے چیلنج کو واپس لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اگرچہ یہ فیصلہ ہمارے لیے کٹھن اور بے عزتی ہے لیکن امن کی خاطر اس کو واپس لیتے ہیں۔ گورنمنٹ کو چاہیے کہ وہ احمدی جماعت کو بھی پابند کرے کہ وہ آئندہ اس مضمون پر نہ تو اخبارات میں کچھ لکھے اور نہ ہی اشتہارات کے ذریعہ اس کی اشاعت کرے۔ چنانچہ پولیٹیکل سیکرٹری نے ہمیں بلاکر ہندوؤں کی یہ تحریر ہمارے سامنے رکھ کر کہا کہ انہوں نے اپنا چیلنج واپس لے لیا ہے۔

☆ محترم مہاشہ صاحب نے کئی سال جلسہ سالانہ کے مواقع پر تقاریر بھی کیں۔ نیز حکومت پاکستان کے کہنے پر ریڈیو پاکستان سے بلا معاوضہ متعدد تقاریر فرمائیں تا کہ اس پروپیگنڈا کا اثر زائل کیا جائے جو بھارتی ریڈیو آکاش وانی سے پاکستانی ہندوؤں کو گمراہ کرنے کے لیے کیا جاتا تھا۔

☆ آپ نے سندھ میں اچھوتوں میں تبلیغ اسلام کا کافی کام کیا۔ دل کی تکلیف کے باوجود سارے تھر کا دورہ اونٹوں پر بیٹھ کر کیا کرتے تھے۔

☆ محترم مہاشہ صاحب اپنے وقت کے ایک عظیم الشان مناظر تھے۔ ہندوستان کے طول و عرض میں کوئی ہندو عالم یا پنڈت ایسا نہیں تھا جو آپ کے مقابل پر آنے کی جرأت کرتا۔ ہندی اور سنسکرت کے علاوہ عربی اور قرآن کریم کے علم نے ان کو دو دھاری تلوار بنادیا تھا۔ آپ توکّل کے اعلیٰ مقام پر بھی فائز تھے۔ چنانچہ ایک بار آپ کا مناظرہ کسی غیر احمدی عالم سے تھا۔ دوران مناظرہ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت مرزا صاحب کو سچا سمجھ کر مامور زمانہ مانا ہے۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ آپ حلف اٹھائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں پورے شرح صدر کے ساتھ اللہ تعالیٰ

کو حاضر ناظر جان کر یہ حلفیہ اعلان کرتا ہوں کہ میں نے حضرت مرزا صاحب کو سچا سمجھ کر مانا ہے۔ اگر نعوذ باللہ آپؑ جھوٹے ہیں تو اس کا عذاب اللہ تعالیٰ مجھ پر اور میری اولاد پر نازل فرمائے۔ اور ساتھ ہی مولوی صاحب کو چیلنج کیا کہ آپ کے ایمان کے مطابق حضرت مرزا صاحب جھوٹے ہیں اور اپنے دعویٰ نبوت میں سچے نہیں۔ آپ یہ حلف اٹھائیں کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو آپ پر اور آپ کی اولاد پر عذاب نازل ہو۔ مولوی صاحب کی بیوی بھی سامعین میں شامل تھی۔ اس نے فوراً اپنے شوہر کو پیغام بھجوایا کہ خبردار میری اور میرے بچوں کی قسم نہ کھانا۔

☆ ایک مناظرہ ہندو آریہ مت کے ایک پنڈت سے مسئلہ نیوگ پر ہو رہا تھا۔ پنڈت صاحب نیوگ کے حق میں دلائل دے رہے تھے اور اس کے فوائد گنوا رہے تھے۔ جب مکرم مہاشہ صاحب کی باری آئی تو آپ نے پنڈت صاحب سے کہا کہ آپ کے دلائل اپنی جگہ، مَیں آپ کی بات پر تب یقین کروں گا جب ان عورتوں میں سے کوئی ایک اُٹھ کر یہ کہہ دے کہ وہ نیوگ کرواتی رہی ہے۔ اس وقت پنڈال میں درجنوں عورتیں موجود تھیں۔ آپ کی بات سن کر عورتیں وہاں سے اٹھ کر بھاگ گئیں اور چند منٹ کے اندر پنڈال عورتوں سے خالی ہو گیا۔

☆ ایک بار محترم مہاشہ صاحب اور محترم گیانی واحد حسین صاحب کا سکھوں کے ساتھ مناظرہ ہوا تو سکھ مناظر نے کوئی جھوٹا حوالہ پڑھ دیا۔ آپ کے پوچھنے پر گیانی صاحب نے بتایا کہ ایسا کوئی حوالہ موجود نہیں۔ اس پر آپ نے بھی خود ہی ایک تحریر بنائی اور جواب میں پڑھ دی جسے سن کر سکھ حضرات بہت تلملائے اور آپ سے حوالہ مانگا۔ آپ نے جواباً کہا کہ جس صفحے پر آپ والا حوالہ لکھا ہوا ہے اُس سے اگلے صفحے پر یہ حوالہ موجود ہے۔ اس پر سکھ مناظر نے سٹیج پر آ کر اپنی بددیانتی کا اقرار کیا۔ جس پر سکھ شرفاء نے اُس پر بہت طعن کیا۔

☆ اکتوبر 1938ء میں بدوملہی میں آریہ سماج کے پنڈت رام چندر دھوری کے ساتھ مکرم مہاشہ صاحب کا مناظرہ ہوا۔ آپ نے اپنی تقریر میں ایک حوالہ پیش کیا لیکن یہ کتاب آپ کے پاس نہیں تھی۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ پنڈت رام چندر اس حوالہ کے دکھانے کا مطالبہ کرنے لگے۔ آخر ان کو معلوم ہو گیا کہ اصل کتاب ان کے پاس نہیں ہے۔ اس اثنا میں ایک شخص سیٹھ ہاڑی مل میز پر کھڑا ہو کر زور زور سے بولنے لگا اور مطالبہ کیا کہ یہ حوالہ دکھا دو تو میں مع اپنے خاندان کے مسلمان ہو جاؤں گا اور پچاس ہزار کی جائیداد بھی دے دوں گا۔ اس کے اس مطالبہ سے عوام میں ایک ہیجان سا پیدا ہو گیا اور خود احمدی بھی اس سے بہت بری طرح متاثر ہوئے۔ حضرت مولوی راجیکی صاحب میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمانے لگے: کیا بات ہے؟ مَیں نے عرض کیا حوالہ تو درست ہے لیکن میرے پاس کتاب موجود نہیں۔ اس پر آپؓ وضو کر کے نماز کے لیے تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی کہ اے اللہ! تُو نے مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہاماً فرمایا ہے کہ انی معین من اراد اعانتک وانی مھین من اراد اھانتک، اس وقت تیرے مسیح کی اہانت ہو رہی ہے۔ اسی وقت محترم مولوی غلام مصطفیٰ صاحب مرحوم میرے پاس آئے اور کہا کہ کون سی کتاب ہے، شاید ہمارے گھر ہو۔ مَیں نے غصہ میں کہا کہ آپ کے پاس وہ کتاب کیسے ہو سکتی ہے؟ لیکن انہوں نے اصرار کیا کہ آپ کتاب کا نام لیں۔ مَیں نے جب کتاب کا نام لیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے گھر میں ایک بہت بڑی کتاب ہے شاید وہ ہو۔ وہ دوڑ کر لائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہی کتاب تھی اور حوالہ موجود تھا۔ میں کتاب کو لے کر میز پر چڑھ گیا اور سیٹھ ہاڑی مل سے کہا کہ اب چوٹی کٹوانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ پھر مَیں نے جب اونچی آواز سے وہ حوالہ پڑھا تو مجمع میں سناٹا چھا گیا اور آریہ سماجی پنڈت مع سیٹھ ہاڑی مل اور دیگر ہندو بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے خوشی میں ڈھول لے کر تمام گاؤں میں اعلان کیا کہ سیٹھ ہاڑی مل مسلمان ہو گیا، اب وہ مسجد میں آ کر کلمہ پڑھے۔ لیکن سیٹھ ہاڑی مل ایک ہفتہ تک اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا اور اسی دوران میں وہ مر گیا۔

☆ مکرم مہاشہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ جون 1939ء میں آریہ سماج دہلی نے اپنی گولڈن جوبلی منائی اور تمام مذاہب کے علماء کو آریہ سماج کے سٹیج پر آ کر اختلافی مسائل پر بات چیت کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ اہل حدیث کی طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری پیش ہوئے اور آریہ سماج کی طرف سے پنڈت دھرم بھکشو صاحب پیش ہوئے۔ جس مسئلہ پر گفتگو ہونی قرار پائی وہ ’’حدوث روح و مادہ‘‘ تھا۔ آریہ سماج کا یہ عقیدہ ہے کہ روح و مادہ قدیم ہیں ازل سے چلے آتے ہیں اور خدا تعالیٰ ان کا خالق نہیں ہے۔ حالانکہ اسلام کی رُو سے یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ ہیں۔

دوران مناظرہ دھرم بھکشو صاحب نے ایک آیت کریمہ کو غلط طریقے پر پڑھا تو مولوی صاحب نے فوراً اس پر استہزاء کرتے ہوئے ٹوکا کہ آریہ سماج کے مشہور ترین مناظر کو عربی کی آیت صحیح نہیں پڑھنی آتی۔ اس پر پنڈت جی نے کہا کہ بیشک میں عربی کے الفاظ غلط پڑھتا ہوں مگر پڑھ ضرور لیتا ہوں۔ لیکن آپ تو ہندی زبان کا ایک لفظ غلط بھی نہیں پڑھ سکتے۔ میں کتاب پر نشان لگا کر دیتا ہوں آپ اس کو پڑھ دیں اور یہ دس روپے انعام لے لیں۔ ساتھ ہی پنڈت جی نے دس روپے کا نوٹ نکال کر رکھ دیا۔ اس پر مجمع میں سناٹا چھا گیا۔ مولوی صاحب اس چیلنج کو منظور نہ کر سکے اور اسی حال میں مناظرہ تتر بتر ہو گیا۔ مسلمانوں کا شرم سے برا حال تھا۔

اسی دن شام کو مسلمانوں کا ایک وفد بابو نذیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ دہلی کے پاس گیا اور درخواست کی کہ ہندو مناظر سے مناظرہ کرنے کے لیے جماعت احمدیہ اپنا کوئی مناظر بھیجے۔ جماعت احمدیہ نے پنڈت جی سے مناظرہ کرنے کے لیے مجھے بھیجا۔ مہاشہ فضل حسین صاحب میرے معاون تھے۔ اگلے روز مناظرہ ہونا قرار پایا اور گفتگو کا موضوع ’’کیا وید کامل الہامی کتاب ہے یا قرآن شریف‘‘ مقرر کیا گیا۔ دوران مناظرہ میں نے وید کی رُو سے خدا تعالیٰ کی صفات بیان کرتے ہوئے دو منتر پیش کیے۔ ایک منتر کی رُو سے خدا تعالیٰ کھانے پینے والی ہستی ثابت کی گئی ہے اور دوسرے منتر میں یہ پرارتھنا تھی کہ ’خدا ہماری چیزیں مت چرا اور مت چروا‘۔ اس پر دھرم بھکشو نے یہ چیلنج کیا کہ اس منتر کے یہ معنی نہیں ہیں بلکہ اس منتر سے خدا تعالیٰ سے دعا کی گئی ہے کہ وہ ہمارے سامان کی حفاظت کرے۔ جب میری باری آئی تو میں نے جان بوجھ کر اس مسئلہ کے متعلق خاموشی اختیار کی۔ پنڈت جی نے سمجھا کہ مجھ سے کوئی جواب نہیں بن آیا لہٰذا وہ شیر ہو گئے اور نہایت زوردار آواز میں للکارتے ہوئے کہا کہ مرزائی مبلغ نے نہایت کذب وافترا اور دیدہ دلیری سے کام لیا ہے۔ اگر یہ ثابت کر دے کہ ان منتروں کے معانی وہی ہیں جو اس نے بیان کیے ہیں تو میں ابھی اپنی چوٹی کٹوا دوں گا یعنی میں اپنی ہار مان لوں گا۔ اور اگر وہ یہ ثابت نہ کر سکے تو وہ آریہ سماجی ہو جائیں۔ مَیں نے اس بات کے جواب میں کہا کہ اصولاً یہ بات صحیح نہیں کہ اگر میں یہ بات ثابت نہ کر سکوں تو اپنے مذہب کا جھوٹا ہونا تسلیم کر لوں اور غیر مذہب میں شامل ہو جاؤں۔ یہ میری غلطی ہوگی نہ کہ اسلام کی۔ لیکن میں نے جو کہا ہے وہ صحیح ہے اور

میں پنڈت بھکشورام کا چیلنج بخوشی منظور کرتا ہوں۔ اور اگر میں ثابت نہ کر سکا تو میں لکھ کر دے دوں گا کہ میں پنڈت جی سے ہار گیا اور آئندہ کبھی ان سے مناظرہ نہیں کروں گا۔ پھر میں نے حضرت مسیح موعودؑ کا یہ شعر پڑھا:

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

پھر میں نے منتروں کے معانی لغت اور سوامی دیانند کے اپنے کیے ہوئے معانی کی رُو سے ثابت کیے اور زور سے پکارا کہ ہے کوئی نائی جو پنڈت جی کی چوٹی کاٹے!۔ اس پر تمام مسلمان مارے خوشی کے اٹھ کھڑے ہوئے اور آریہ سماج سٹیج کی طرف بڑھے تاکہ پنڈت جی کو پکڑ کر ان کی چوٹی کاٹ ڈالیں۔ مگر فوراً پولیس کے ایک جتھے نے آکر پنڈت جی کو سنبھال لیا اور محفوظ جگہ پر پہنچا دیا۔ مسلمانوں نے خوب نعرے لگائے اور فضا اسلام زندہ باد، نعرہ ہائے تکبیر اور مہاشہ محمد عمر زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔

☆ مکرم مہاشہ صاحب فرماتے ہیں: 1942ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد کے ماتحت خاکسار حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ کے ساتھ ہندوستان کے دورہ پر گیا۔ ہمارا وفد جب جگن ناتھ پوری پہنچا تو وہاں کے مہنت نے خواہش ظاہر کی کہ اُن کے مندر میں جلسہ ہو اور اس کی صدارت وہ خود کریں گے۔ چنانچہ جلسہ کا تمام انتظام خود مہنت جی نے کیا اور خود جلسہ کی صدارت کی۔ جب جلسہ شروع ہوا اور مہنت جی مہاراج کرسی صدارت پر آکر بیٹھ گئے تو ایک گہرا بادل آناً فاناً آسمان پر چھا گیا اور بڑی بڑی موٹی بوندیں گرنی شروع ہو گئیں۔ لوگ جو کئی ہزار تھے، اٹھنے شروع ہو گئے۔ مہنت جی نے اُٹھنے سے منع فرمایا۔ ادھر حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ زور زور سے کچھ پڑھنے لگے جس کی وجہ سے مجھے تکلیف ہو رہی تھی کہ ایک تو لوگ جلسہ گاہ سے اٹھ رہے تھے اور دوسری طرف حضرت مولوی صاحب نے اپنا جلسہ شروع کیا ہے۔ آخر چند منٹ کے بعد بادل ہٹ گئے اور مولوی صاحب بھی خاموش ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جلسہ بہت ہی کامیاب رہا۔ جلسہ کے اختتام پر مَیں نے حضرت مولوی راجیکی صاحب سے عرض کیا کہ آپ اونچی اونچی کیا لیکچر دے رہے تھے؟ فرمانے لگے کہ جب جلسہ شروع ہوا تو مَیں نے دیکھا کہ فرشتے بادلوں کو اٹھا کر لا رہے ہیں۔ تو مَیں نے ان سے کہا کہ یہ احراریوں والا کام کب سے تم نے شروع کیا ہے کہ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جلسہ ہو اور تم اس کو خراب کرو۔ تم یا تو رُک جاؤ ورنہ میں ابھی اللہ تعالیٰ سے تمہاری شکایت کروں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فرشتے فوری طور پر بادلوں کو دُور لے گئے اور اس زبردست نشان کا نہ صرف عوام پر بلکہ مہنت صاحب پر بھی بہت اثر ہوا۔ اور میرے لیے یہ ایمان میں زیادتی کا باعث ہوا۔

☆ ایک بار خاکسار تبلیغی دورہ پر جالندھر چھاؤنی گیا اور صدر جماعت محترم بابو فضل دین صاحب اوورسیئر کے ہاں مقیم ہوا کہ تین آدمی وہاں آئے جن میں سے ایک رو رہا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ اس آدمی کا لڑکا علاولپور میں پولیٹیکل کلرک ہے اور وہ آریہ سماجی ہو رہا ہے۔ علاولپور کے کسی عالم کو پنڈت سے مناظرہ کی جرأت نہیں ہوئی۔ جبکہ امرتسر کا ایک مولوی اتنے پیسے مانگتا ہے کہ مَیں اپنا گھر بیچ کر بھی ادا نہیں کر سکتا۔ ان کی یہ دردناک داستان سن کر بابو صاحب نے اُن کو فرمایا ہم چلتے ہیں، اپنا کرایہ دیں گے، اپنا کھانا کھائیں گے اور آپ کا بھی جانے کا کرایہ ہمارے ہی ذمہ ہے۔ پھر ہم چار بجے کے قریب علاولپور پہنچے تو دیکھا کہ آریہ سماج میں پنڈت رام چندر دھوری تقریر کر رہے ہیں اور وہ لڑکا ان کے پاس کرسی پر بیٹھا ہے۔ پنڈت جی نے لیکچر ختم کر دیا تو اُس لڑکے نے اُٹھ کر کہا کہ مجھے اسلام کے بارے میں یہ یہ اعتراض ہیں۔ اگر کوئی مسلمان مولوی میری تسلی کر دے تو اچھا ہے ورنہ میں آریہ سماجی ہو جاؤں گا۔ اس پر مجمع میں کئی منٹ تک برابر سکون رہا۔ جلسہ میں علاوہ اَور علماء کے مولوی محمد علی صاحب جالندھری بھی موجود تھے۔ آخر خاکسار کھڑا ہوا اور پنڈت جی سے کہا کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ وہ کہنے لگے کہ آج کا دن تو ہم نے مسلمانوں کے لیے رکھا ہے، آپ کو کل وقت دیا جائے گا۔ میں نے کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ وہ بولے کہ دوسرے مسلمان آپ کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ میں نے کہا آپ اپنے آپ کو آریہ سماجی کہتے ہیں حالانکہ گورو کل پارٹی آپ کو غیر آریہ سمجھتی ہے لیکن میرا کوئی حق نہیں کہ میں آپ کو غیر آریہ سماجی سمجھوں۔ پھر مَیں نے اونچی آواز سے مولوی محمد علی صاحب سے کہا کہ ہمیں خوشی ہوگی اگر آپ تمام مسلمانوں کی طرف سے آریہ سماج کے مناظر سے گفتگو کریں۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ یہ مقابلہ کفر اور اسلام کا ہے، اسلام کی طرف سے مہاشہ محمد عمر صاحب پیش ہوں گے جو کہ مسلمانوں کے نمائندہ ہیں۔ آخر میں نے پنڈت جی کے ساتھ مناظرہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُس نوجوان نے اعلان کیا کہ میرے شکوک رفع ہو گئے ہیں۔ اس پر مسلمانوں کے ایک بہت بڑے مجمع نے جلوس نکالا۔

☆ 1924ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر جب ہمارا وفد دورہ کرتے ہوئے نیپال کی سرحد پر واقع مولوی فضل محمود صاحب (کراچی والے) کے گاؤں پہنچا تو وہاں کے مسلمان اکٹھے ہو کر ایک مولوی صاحب کی معیت میں ہم سے گفتگو کرنے کے لیے آئے۔ یہ مولوی صاحب دشنام طرازی میں حد سے بڑھے ہوئے تھے اور گندے اعتراضات کرنے لگے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لوگ ہمارے خلاف بھڑک اٹھے۔ دوسرے دن پھر مسلمانوں کا ایک جم غفیر اسی مولوی صاحب کی معیت میں پہنچا اور مولوی صاحب نے ہمارے قریب آکر حضرت مسیح موعودؑ کو گندی گالیاں دیتے ہوئے اعتراضات کرنے شروع کر دیے۔ اس پر میرا دل خدا تعالیٰ کے آستانہ پر جھک گیا اور میں نے خدا تعالیٰ سے نشان مانگا۔ یہ مولوی صاحب شدت جذبات میں آکر اپنا بازو فضا میں لہراتے تھے۔ جونہی انہوں نے اپنا بازو اٹھایا تو آستین اوپر چڑھ گئی اور جو حصہ ننگا ہوا وہاں ہندی میں ''دھرم سیوک'' کندہ تھا۔ میری نظر فوراً اس پر پڑی اور مجھے یاد آ گیا کہ اس شخص ''دھرم سیوک'' نامی سے میرا مناظرہ چند سال پہلے گجرات میں ہو چکا ہے۔ یہ شخص مسلمان تھا لیکن بعد میں مرتد ہو کر آریہ سماجی بن گیا تھا۔ مَیں نے مسلمانوں کو کہا کہ یہ شخص جو آج اسلام کا ہمدرد بنا پھرتا ہے مُرتد ہو گیا تھا اور کہ اس نے میرے ساتھ مناظرہ کے دوران آنحضرت ﷺ کو گندی گالیاں دی تھیں۔ یہ سننا تھا کہ مسلمانوں میں ایک ہیجان برپا ہو گیا اور وہ اُلٹا اسی کو گالیاں دینے لگے اور قریب تھا کہ وہ اسے جسمانی ایذا پہنچاتے مگر ہم نے مداخلت کی اور کہا کہ اگرچہ وہ مُرتد ہو گیا تھا لیکن چونکہ اب وہ پھر مسلمان ہو گیا ہے اس لیے ہمارا بھائی ہے۔ لیکن اس پر بھی فرض ہے کہ وہ اسلامی اخلاق و آداب کا لحاظ رکھے اور جھوٹے الزام نہ لگائے۔ اس طرح ہم محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس شر سے محفوظ رہے۔

ایک بابرکت سفر کی روداد

حج بیت اللہ کی سعادت

(اقبال احمد نجم)

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''جب انسان حج کے لیے جاتا ہے تو اس کی آنکھوں کے سامنے یہ نقشہ آجاتا ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ کے لیے قربانی کرنے والے بچائے جاتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ غیر معمولی عزت دیتا ہے اور حج کرنے والے کے دل میں بھی خدا تعالیٰ کی محبت بڑھتی اور اس کی ذات پر یقین ترقی کرتا ہے۔ پھر وہ اپنے آپ کو اس گھر میں دیکھ کر جو ابتدائے دنیا سے خدا تعالیٰ کی یاد کے لئے بنایا گیا ہے، ایک عجیب روحانی تعلق ان لوگوں سے محسوس کرتا ہے جو ہزاروں سال پہلے سے اس روحانی سلک میں پروئے چلے آتے ہیں جس میں یہ شخص پرویا ہوا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی یاد اور اس کی محبت کا رشتہ جو سب کو باندھے ہوئے ہے خواہ وہ پرانے ہوں یا نئے۔ اسی طرح بیت اللہ کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کا نقشہ انسانی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور اسے احساس ہوتا ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے غیر معمولی طور پر چاروں طرف سے لوگوں کو اس گھر کے گرد جمع کر دیا ہے۔ جب انسان بیت اللہ کو دیکھتا ہے اور اس پر اس کی نظر پڑتی ہے تو اس کے دل پر ایک خاص اثر پڑتا ہے اور وہ قبولیت دعا کا ایک عجیب وقت ہوتا ہے۔

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نے حج کیا تو میں نے ایک حدیث پڑھی ہوئی تھی کہ جب پہلے پہل خانہ کعبہ نظر آئے تو اس وقت جو دُعا کی جائے وہ قبول ہو جاتی ہے۔ فرمانے لگے۔ اُس وقت میرے دل میں کئی دعاؤں کی خواہش ہوئی۔ لیکن میرے دل میں فوراً خیال پیدا ہوا کہ اگر میں نے یہ دعائیں مانگیں اور قبول ہو گئیں اور پھر کوئی اور ضرورت پیش آئی تو پھر کیا ہوگا۔ پھر تو نہ حج ہوگا نہ یہ خانہ کعبہ نظر آئے گا۔ کہنے لگے تب میں نے سوچ کر یہ حل نکالا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کروں کہ یا اللہ! میں جو دعا کیا کروں وہ قبول ہوا کرے تا کہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے۔

میں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ سے یہ بات سنی ہوئی تھی۔ جب میں نے حج کیا تو مجھے بھی وہ بات یاد آ گئی۔ جوں ہی خانہ کعبہ نظر آیا... (تو میں نے یہ دُعا کی) کہ تیرا اپنے رسول سے وعدہ ہے کہ اس کو پہلی دفعہ حج کے موقع پر دیکھ کر جو شخص دُعا کرے گا وہ قبول ہوگی۔ میری تجھ سے یہی دعا ہے کہ ساری عمر میری دعائیں قبول ہوتی رہیں۔ چنانچہ اس کے فضل اور احسان سے میں برابر یہ نظارہ دیکھ رہا ہوں کہ میری ہر دعا اس طرح قبول ہوتی ہے کہ شاید کسی اعلیٰ درجہ کے شکاری کا نشانہ بھی اِس طرح نہیں لگتا۔'' (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 451-450)

خاکسار نے انگلستان آنے کے بعد سے حج بیت اللہ کی ادائیگی کے لیے اخراجات پس انداز کرنے شروع کر دیے تھے۔ پاکستان سے تو احمدیوں کو حج کے لیے جانے نہیں دیتے لیکن یہاں کوئی ایسی روک نہ تھی اور میں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ بھی کیا تھا۔ نیز حج اسلام کا پانچواں رکن بھی ہے جو مسلمان پر فرض ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے درخواست کی اور حج پر جانے کے لیے اجازت چاہی جو آپ نے ازراہ شفقت عطا فرما دی۔

خاکسار نے اپنے بلیو پاسپورٹ پر مکرم چوہدری انوار الحق صاحب آف مانچسٹر کے ذریعہ ویزا لگوایا اور مکرم سید شکیل احمد صاحب آف سکائی لنک کے ذریعہ سے ٹکٹ خریدی جو چند گھنٹوں کے نوٹس پر مجھے ملی۔ میں نے نہ کوئی پیکج خریدا اور نہ کوئی ہوٹل بک کروایا۔ صرف اللہ کا نام لے کر چل پڑا۔ 22 دسمبر 2006ء کو جمعہ کی ادائیگی کے بعد ایک چھوٹا سا بیگ لیا اور ہیتھرو کے فضائی مستقر پر پہنچ گیا جہاں مجھے ٹوکن دے کر ٹکٹ ملنا تھا۔ سو وہ مل گیا اور رات کو پونے نو بجے میری روانگی جدہ کے لیے کنفرم ہو گئی۔

میری برسوں کی خواہش دیارِ حبیب کی زیارت کی پوری ہونے جا رہی تھی اور میری روح وجد کناں تھی، آنکھیں اشکبار تھیں اور دل کی حالت جو تھی اسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ چھ گھنٹے کی پرواز تھی اور دونوں ممالک کے اوقات کے درمیان تین گھنٹے کا وقت کا فرق تھا۔

23 دسمبر بمطابق 3 ذوالحجہ 1427 ہجری کو جدہ پہنچا۔ میں نے حج قران کی نیت کی تھی جس کا ثواب زیادہ بتایا جاتا ہے۔ تمام رات بس چلتی رہی اور فجر کے قریب مکہ معظّمہ پہنچی۔ تمام رات تلبیہ بلند آواز سے پڑھتے رہے اور دعائیں کرتے رہے۔ مَیں نے جدہ پہنچ کر سعودی حکومت کے بنک میں جا کر حج پیکیج کی رقم بھی جمع کروا دی اور گورنمنٹ کی وزارت حج میں جا کر ویزا دکھا کر رجسٹریشن بھی کروائی تھی جو دفتر 47 میں ہوئی جو یوکے کے حاجیوں کی نگرانی کر رہا تھا۔

جب خانہ کعبہ کی دہلیز پر پہنچے تو ہمیں ناشتہ کروایا گیا اور خانہ کعبہ کی عمارت میں داخل ہوئے بغیر ہمیں شہر مکہ میں پھر کر اپنے اپنے دفاتر میں تقسیم کر دیا گیا۔ وہاں مجھ سے پوچھا گیا کہ میں نے کون سی قیام گاہ میں جانا ہے؟ میں نے انہیں کہا کہ مجھے کسی کے ہاں Paying guest کے طور پر بھجوا دیا جائے۔ وہیں پر ایک نوجوان جو گوجرانوالہ کے تھے اور ڈیوٹی کر رہے تھے، میرے قریب آئے اپنے گھر لے جانے کی پیشکش کی جو میں نے قبول کی۔ اُن کا گھر خانہ کعبہ کے قریب ہی تھا۔

بس یہی کوئی پندرہ منٹ کی Walk پر اور غارِ ثور کے قریب۔ بڑے اچھے لوگ تھے میرا انہوں نے بہت خیال رکھا۔ اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

ہر درمیان کی رکاوٹ خود بخود حل ہوتی جاتی تھی۔ ویزا لگنے سے لے کر مکہ معظّمہ میں رہائش تک ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اذنِ الٰہی ہے جو پورا ہوتا چلا جارہا ہے۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ جدہ جا کر میں محترم شکیل صاحب کے ایک عزیز سے رابطہ کرلوں تو سب کام ہوجائیں گے۔ مگر وہ رابطہ ہوا جیسا نہ ہوا۔ انہوں نے انٹرنیشنل مستقر پر ایک صاحب کو میری خاطر بھجوایا۔ مگر میں حجّاج کے فضائی مستقر پر تھا اور درمیان میں تیس پینتیس کلومیٹر کا فاصلہ حائل تھا۔ نہ وہ صاحب اِدھر آسکتے تھے کیونکہ حاجی نہیں تھے اور نہ مَیں اُدھر جاسکتا تھا کیونکہ میں حاجی تھا۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی پوشیدہ حکمت تھی جس کا علم بعد میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر میری مدد فرمائی۔ عام حالات میں تن تنہا یہ سب کچھ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ پر توکل اور بھروسے سے سب مشکلیں آسان ہوتی چلی گئیں۔

عمرہ خانہ کعبہ

24 دسمبر کو بمطابق 4 ذوالحجہ بروز اتوار خاکسار گھر سے علی الصبح عمرہ کی غرض سے نکلا اور تلبیہ کے الفاظ کہتا ہوا خانہ کعبہ کی طرف بڑھا:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْک۔ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْک
اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ

ترجمہ: مَیں حاضر ہوں اے اللہ! میں تیری جناب میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں تیری (ذات و صفات) میں کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ یقیناً ہر قسم کی تعریف اور نعمت تیرے لیے ہے اور حکومت تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

تلبیہ کے یہ الفاظ دوہراتا ہوا اشکبار احرام کی دو چادروں میں چند لحوں میں ہی دربارِ ایزدی میں حاضر ہونے کو تھا۔ وہ مقام جہاں ابراہیم علیہ السلام نے عبادت کی وہ خدا کا گھر جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کیا۔ جہاں نونہال اسماعیل علیہ السلام پیاس سے ایڑیاں رگڑ تا رہا، جہاں ایک ماں حضرت ہاجرہ علیہا السلام صفا اور مروہ پر دوڑ دوڑ کر چڑھتی اُترتی رہی اور پانی کی تلاش کرتی رہی اور عرش معلیٰ سے فرشتہ نازل ہوا اور زمزم کا چشمہ رواں کردیا گیا، جہاں ہمارے آقا ئے دوجہاں ﷺ خدائے قدوس کے سامنے سجدہ ریز ہوا کرتے تھے، جہاں آپؐ پر اور صحابہ کرامؓ پر ہر قسم کے ظلم روا رکھے جاتے تھے۔ وہ گلیاں جہاں آپ کے قدم پڑتے تھے۔ وہ پہاڑ جہاں آپ کی نظریں پڑتی تھیں۔ وہ غارِ حرا جو سامنے نظر آرہی تھی۔ جہاں اتنی بلندی پر آپؐ پندرہ سال تک عظیم مجاہدہ روحانی کرتے رہے۔ وہ جگہ جہاں قرآن عظیم نازل ہونا شروع ہوا تھا۔

میرے ارد گرد اور میرے گرد و پیش میں تاریخ کی سینکڑوں یادیں بکھری ہوئی تھیں جو میری سسکیوں میں تبدیل ہورہی تھیں۔ اب وہ خانہ کعبہ میرے سامنے ہے جس کے گرد لوگ چادروں میں ملبوس پروانوں کی طرح منڈلا رہے ہیں۔ میں نے ہاتھ اٹھائے اور وہی دعا کی جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے کی تھی، جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کی تھی۔ پھر مَیں آگے بڑھا دیوانہ وار آگے بڑھا، اور پروانہ وار طواف شروع کیا۔ حجرِ اسود کے دائیں جانب جدھر دروازہ ہے ادھر کو چلتے ہوئے قریب ہوا، اَور قریب ہوا، تلبیہ کہتے ہوئے آگے بڑھا۔ عجیب عاشقانہ جذبات تھے جو مجھے لیے چلے جارہے تھے۔ یہ طواف قدوم کہلاتا ہے۔ حجرِ اسود کے سامنے پہنچتا تو استلام کرتا۔ پہلے تین چکروں میں رمل کیا۔ باقی میں معمول کے مطابق قدم اُٹھائے۔ رکن یمانی سے لگ کر دعائیں کیں۔ حجرِ اسود کے بالکل قریب سے گزرا حاجیوں کا ریلا اتنا زوردار تھا کہ اَور قریب ہونا ممکن نہ تھا۔ پھر طواف سے فارغ ہوکر مقام ابراہیم پر دو نفل ادا کیے۔ شکرانے کے دو نفل اور سنت ابراہیمی علیہ السلام پوری ہوئی۔ پھر خوب سیر ہوکر زمزم کا پانی پیا اور صفا اور مروہ کی طرف چل پڑا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہ (البقرۃ)

یہ وہ دو پہاڑیاں ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ یہاں پر سعی کی گئی۔ یہ صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر ہیں اور درمیان میں کچھ حصہ بھاگ کر گزارا جاتا ہے۔ یہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی سعی کی یاد میں ہے۔ آپؑ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خانہ کعبہ کے پاس، جہاں زمزم اور مقام ابراہیم ہے، لٹا کر آئی تھیں۔ چونکہ جب آپ دونوں پہاڑیوں کے درمیان میں آتیں تو وہ آپ کو نظر نہیں آتے تھے اس لیے آپ دوڑ کر گزرتی تھیں۔ نظر آپؑ کی اُدھر خانہ کعبہ کی طرف ہی ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک حاجی بھی اُدھر ہی دیکھتا ہے کیونکہ ساری امیدیں اس کی اسی گھر کے مالک سے وابستہ ہوتی ہیں۔ لیجیے میرا عمرہ مکمل ہوگیا۔ چونکہ میں نے نیت حج قیران کی کی ہوئی تھی اس لیے میں نے احرام نہیں کھولا بلکہ اسی احرام میں حج جب شروع ہوا تو وہ بھی کیا۔ اس دن گرمی بہت تھی مگر کہیں سے بادل آگیا اور بارش ہوگئی جس سے موسم خوشگوار ہوگیا۔ یہ بارانِ رحمت ظاہری تھا اور جو باطنی تھا وہ اس کے سوا تھا۔

25 تا 27 دسمبر یعنی 5 تا 7 ذوالحجہ کے دن مجھے مکہ میں مزید مل گئے تھے۔ میں رات دن کعبہ میں ہی رہ کر عبادات اور دعاؤں میں مصروف رہا۔ وہاں تلاوت کرتا رہا، طواف کرتا رہا اور ذکر الٰہی کرتا رہا۔ جب بھوک لگتی باہر آکر تھوڑا سا کچھ کھالیتا اور پھر بیت اللہ میں چلا جاتا۔

حج بیت اللہ

25 دسمبر یعنی 5 ذوالحجہ کو میں نے رؤیا میں دیکھا کہ مکہ میں بم کا دھما کا ہوا ہے اور برازیل میں دی ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بندوق میرے پاس میرے ہاتھ میں ہے۔ میں نے اس سے یہ اندازہ لگایا کہ کسی غیر معمولی خطرے کا احتمال تو ہے لیکن اللہ تعالیٰ میری حفاظت فرمائے گا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سعودی حکومت کے کارندوں نے ایک جگہ پر احمدیوں کو نماز ادا کرتے ہوئے پکڑ لیا تھا، جنہیں بعد میں Deport کردیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

8 ذوالحجہ کو خاکسار منیٰ گیا اور دفتر نمبر 47 کے تحت بڑے خیمہ میں پہنچا۔ یہاں پر بریڈ فورڈ کے حاجی تھے۔ معلم صاحب سے ہمارا تعارف کرایا گیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں ایم اے اسلامیات ہوں اس لیے اُنہیں مجھے زیادہ راہنمائی کی تکلیف نہیں کرنی پڑے گی۔

یہاں مسجد الخیف اور مسجد النمرہ تھیں۔ یہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور 9 ذوالحجہ کی فجر ادا کرنی ہوتی ہے۔ قریبی مسجد میں جا کر نمازیں ادا کرتا رہا۔ ایک حاجی کو 9 ذوالحجہ کو جب تک سورج طلوع نہ ہوجائے، وقوف عرفہ کے لیے منیٰ سے نہیں جانا ہوتا۔ چنانچہ 9 ذوالحجہ کو ظہر سے سورج غروب ہونے تک وقوفِ عرفہ کرنا

لازمی ہوتا ہے اور کھڑے ہوکر ہاتھ پھیلا کر دعائیں کرنی ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِذَآ اَفَضۡتُمۡ مِّنۡ عَرَفٰتٍ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ عِنۡدَ الۡمَشۡعَرِ الۡحَرَامِ ۪ وَاذۡکُرُوۡہُ کَمَا ہَدٰىکُمۡ ۚ وَاِنۡ کُنۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلِہٖ لَمِنَ الضَّآلِّیۡنَ ○ (البقرہ:199)

ترجمہ: تم پر کوئی گناہ تو نہیں کہ تم اپنے ربّ سے فضل چاہو۔ پس جب تم عرفات سے لوٹو تو مَشعرِ حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔ اور اس کو اسی طرح یاد کرو جس طرح اس نے تمہیں ہدایت کی ہے۔ اور اس سے پہلے تم یقیناً گمراہوں میں سے تھے۔

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ ہم میں سے کچھ لوگ تلبیہ کہہ رہے ہوتے تھے اور کچھ اللہ کی حمد وثنا اور عظمت بیان کر رہے ہوتے تھے اور کچھ دعائیں دوہرا رہے ہوتے تھے۔ ہم میں سے ہر ایک وہاں پر آزادانہ طور پر خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ (صحیح بخاری)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ثُمَّ اَفِیۡضُوۡا مِنۡ حَیۡثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ○ (البقرہ:200)

ترجمہ: پھر تم (بھی) وہاں سے لوٹو جہاں سے لوگ لَوٹتے ہیں۔ اور اللہ سے بخشش مانگو۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

عرفات میں ہمہ وقت کھڑے ہوکر دعائیں کی جاتی ہیں۔ یہاں جبل رحمت ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۃ الوداع ارشاد فرمایا تھا۔ اس روز جمعہ بھی تھا اور وقوف عرفہ کا دن بھی تھا۔ اس سال بھی حج اکبر تھا۔ یہاں سے ہم نے سورج کے غروب ہوتے ہی مزدلفہ کا رخ کیا۔ اس کے بعد شام کی دونوں نمازیں مغرب وعشاء مزدلفہ میں ادا کی جاتی ہیں۔ رات یہاں قیام کیا جاتا ہے اور کنکریاں چنی جاتی ہیں۔ مجھے یاد ہے یہ رات بہت سخت تھی۔ کوئی خیمے یہاں نہیں ہوتے۔ سخت سردی تھی۔ بس ایک مصلّٰی بچھا کر تمام رات نماز پڑھتا رہا۔ صبح کے وقت فجر کے بعد مشعر الحرام پر دعا کی اور ذکر الٰہی کرتا رہا اور روشنی ہونے پر مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانگی کی۔ اور منیٰ سے جاکر جمرۂ عقبہ پر سات کنکریاں ماریں۔

جب میں مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جارہا تھا اور پیدل ہی چل پڑا تھا تو میں نے ایک زور دار غیبی آواز سنی: ''السلام علیکم'' اور روشنی دیکھی۔ میرا حج قبول ہوگیا تھا۔ الحمد للہ علی ذلک۔ ثم الحمد للہ

جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے کے ساتھ ہی حاجی کے لیے وہ سب باتیں جو منع ہوتی ہیں، کرنی جائز ہوجاتی ہیں اور تلبیہ کہنا بھی ختم ہوجاتا ہے۔ قربانی کی جاتی ہے اور بال کٹائے جاتے ہیں۔ میں نے یہ سب کچھ کیا۔ الحمد للہ

پھر مکہ میں آکر خانہ کعبہ کا طواف افاضہ کیا گیا۔ ابھی تو سعودی حکومت نے پہاڑوں میں ٹنل بنادی ہیں جس سے فاصلے کم ہوگئے ہیں۔ جمار سے مکہ یعنی خانہ کعبہ کوئی پندرہ سولہ کلومیٹر رہ گیا ہے۔ چنانچہ طواف افاضہ کرنے کے بعد پھر منیٰ میں آئے اور آنا جانا تیں پینتیس کلومیٹر بن گیا۔ وہاں پر حج کے دوران بند جوتے نہیں پہنے جاتے بلکہ چپل کھلی ربڑ کی ہی پہنی جاتی ہیں اور جراب بھی نہیں پہنی جاتی۔ چنانچہ پیروں میں چھالے پڑ جانا عام بات ہے۔

طواف افاضہ حج کا لازمی رکن ہے۔ طواف افاضہ کے بعد پھر منیٰ میں قیام کے لیے گیا اور دونوں روز جمار پر جاکر کنکریاں مارتا رہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَنۡ تَعَجَّلَ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡہِ ۚ وَمَنۡ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡہِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰی ؕ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّکُمۡ اِلَیۡہِ تُحۡشَرُوۡنَ ○ (البقرہ:204)

ترجمہ: اور اللہ کو (بہت) یاد کرو ان گنتی کے چند دنوں میں۔ پس جو بھی دو دنوں میں جلد فارغ ہوجائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے تو اس پر (بھی) کوئی گناہ نہیں (یعنی) اس کے لئے جو تقویٰ اختیار کرے۔ اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

پہلے روز ایک جمرۂ عقبہ کو سات کنکریاں ماری تھیں۔ پھر جمرہ اولیٰ اور دو جمار کو سات سات کنکریاں ماری گئیں۔ تیسرے دن تینوں جمار کو سات سات کنکریاں پھر ماری گئیں۔ کُل 24 کنکریاں ماری جاتی ہیں اور یہ ذوالحجہ کی 11/تاریخ تھی اور دسمبر کی 31/تاریخ تھی۔ اس روز خانہ کعبہ میں آکر طواف کیا جاتا ہے جو طواف الوداع کہلاتا ہے۔ اس کے بعد مجھے مزید پانچ دن خانہ کعبہ میں عبادت کے لیے مل گئے۔ الحمد للہ

6/جنوری یعنی 7/ذوالحجہ کے روز بعد فجر رؤیا میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو دیکھا کہ خضاب لگایا ہوا ہے اور خوب جوان ہیں اور نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے ہیں۔ نیز مکرم نور محمد صاحب نسیم سیفی مرحوم مبلغ سلسلہ کو بھی دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور بہت خوش ہیں اور عاجز سے معانقہ کررہے ہیں۔

یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اقتباس لکھتا ہوں جس میں آپ نے حج بیت اللہ کی تشریح فرمائی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''اصل بات یہ ہے کہ سالک کا آخری مرحلہ یہ ہے کہ وہ انقطاعِ نفس کر کے تعشّق باللہ اور محبت الٰہی میں غرق ہوجاوے۔ عاشق اور مُحِبّ جو سچا ہوتا ہے وہ اپنی جان اور دل قربان کردیتا ہے اور بیت اللہ کا طواف اس قربانی کے واسطے ایک ظاہری نشان ہے جیسا کہ ایک بیت اللہ نیچے زمین پر ہے ایسا ہی ایک آسمان پر بھی ہے۔ جب تک آدمی اس کا طواف نہ کرے اس کا طواف بھی نہیں ہوتا۔ اس کا طواف کرنے والا تو تمام کپڑے اتار کر ایک کپڑا بدن پر رکھ لیتا ہے لیکن اس کا طواف کرنے والا بالکل نزعِ ثیاب کرکے خدا کے واسطے ننگا ہوجاتا ہے۔ طواف عشاقِ الٰہی کی ایک ظاہری نشانی ہے۔ عاشق اس کے گرد گھومتے ہیں گویا ان کی اپنی مرضی باقی نہیں رہی۔ وہ اس کے گرد اگرد قربان ہورہے ہیں۔''

(تقاریر جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۰-۲۱)

زیارتِ مدینہ منورّہ

17/ذوالحجہ 6/جنوری کو مکہ معظّمہ سے رخصت ہوکر مدینہ منورّہ کے لیے روانہ ہوا۔ تمام رات سفر کرتا رہا۔ وہاں جاکر ایک کمرہ ایک سرائے میں کرایہ پر لیا جو مسجد نبوی کے قریب تھا۔ یہ اس لیے تاکہ زیادہ سے زیادہ وقت آقائے دو جہاں ﷺ کے دوارے گنبد خضرا کے سائے تلے گزار سکوں۔

مکہ اور مدینہ میں ظاہری طور پر یہ فرق محسوس ہوا کہ مکہ چٹیل ہے اور مدینہ سرسبز اور یہاں ہر طرف کھجوروں کے جھنڈ کے جھنڈ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ مکہ سے نکلتے وقت وہ جگہ بھی دیکھی جہاں اصحاب فیل کا واقعہ ہوا تھا۔ مدینہ پہنچا تو قرب آقائے دو جہاں ﷺ کا بہت احساس تھا۔ اور یہ کیوں نہ ہوتا!

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

8رجنوری 2006ء کی صبح کو فجر کے لیے مسجد نبویؐ میں پہنچ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی پرانی مسجد میں عبادت کا موقع پایا جسے قطعۃ من الجنۃ فرمایا گیا ہے۔ جب زیارت آرام گاہ نبویؐ کے کھلنے کا وقت ہوا تو وہاں جا کر اپنی باری کا بڑی ہی بے صبری سے انتظار کرنے لگا۔ باب سلام سے داخل ہو کر اندر آیا مگر منتظمین زیادہ دیر ٹھہرنے نہ دیتے تھے۔ اس کا حل یہ نکالا کہ پیچھے لوگوں میں کھڑے ہو کر سلام عرض کیا اور دعائیں کیں اور ایک جگہ تلاش کی جہاں صرف درمیان میں ایک دیوار حائل تھی۔ چنانچہ تصوّر کیا کہ جیسے کہ وہ درمیان میں نہیں ہے اور لمبی دعائیں کیں، درود وسلام بھیجتا رہا اور یہ کہتا رہا کہ

انتَ خیر کل مُقَرَّبٍ متقدمٍ والفضل بالخیراتِ لا بزمانِ

اور پھر قصیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پڑھتا رہا جس کے چند اشعار کا ترجمہ یوں ہے:

''اے اللہ کے فیضان اور عرفان کے چشمے، اے خدائے منعم ومنان کے فضل کے سمندر۔

اے حسن واحسان کی مملکت کے سورج

اے کہ تو اپنے نور میں آفتاب وماہتاب کی مانند ہے۔

اے کہ جس نے شب وروز روشن کر دیے ہیں

اے ہمارے کامل چاند! اے خدائے رحمٰن کے نشان

اے ہادیوں میں سب سے بڑے ہادی

بہادروں میں سب سے بڑے بہادر

کیا جوان ہے، کیا حسن ہے، کیا جمال ہے

تیرے چہرے میں خدا کا چہرا نظر آتا ہے

اس کے تمام احوال حسن رُخ یار کے آئینہ دار ہیں

خوش خلق، کریم النفس، متقیوں کا دوست فیاض سخاوت شعار

جو اپنے اخلاقِ حمیدہ میں سب جوانوں سے بڑھ کر ہے

مجھے آپ نے ہی زندگی بخشی ہے اور یہ کتنا عمدہ اعجاز ہے

اے میرے ربّ! اپنے نبی پر دائمی برکات نازل فرما

اس دنیا میں بھی اور دوسرے جہان میں بھی

اے میرے آقا میں تو تیرے در پر ایک فریادی بن کر آیا ہوں

مجھ پر رحم اور شفقت کی نظر فرما

اے میرے آقا! میں تیرا ایک حقیر غلام ہوں

اے میرے پیارے! تیری محبت میری روح میں داخل ہو گئی ہے

وہ میری جان اور میرے دل میں رچ بس گئی ہے

اے میری خوشیوں کے بستان سرا

میں تو کسی لحظہ اور کسی لمحہ بھی تیری یاد سے غافل نہیں ہوں

میری روح تو تیرے آستانہ پر ہے اور میرا جسم وفورِ محبت میں تیری ہی طرف مائلِ پرواز رہتا ہے۔ کاش مجھ میں اس قدر قوتِ پرواز ہوتی۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضوان اللہ علیہم، خلفائے رسول بھی مدفون ہیں۔ ان کے لیے بھی دعا کی۔ اسی روز دعا کی غرض سے جنۃ البقیع گیا۔ یہ وہ قبرستان ہے جس میں دس ہزار سے زائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مدفون ہیں۔ یہ سب وہ بزرگ ہیں جنہوں نے براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روشنی پائی اور اس طرح سے ایک اَور نظارہ دنیا نے نسلِ ابراہیمی میں احیائے موتی کا دیکھا۔ یہاں پر ناموں کے کتبے نہیں ہیں صرف پتھر سرہانے کی طرف رکھا ہوا ہے اور دُور تک پتھروں کی قطاریں دکھائی دیتی ہیں۔ چاروں طرف دیوار بنی ہوئی ہے اور بالائی حصہ میں سلاخیں لگی ہیں اور باہر سے کسی طرف سے بھی کھڑے ہو کر دعا کی جاسکتی ہے۔ شام کو ساڑھے چار بجے دروازے کھولے جاتے ہیں اور نگران بعض مقابر کا تعارف کراتے ہیں۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ جگر گوشۂ رسولؐ، حضرت عثمان غنیؓ خلیفۃ الرسولؐ اور حضرت امام حسنؓ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ عشرہ مبشرہ کے مقابر شروع میں ہیں جہاں کثرت سے حاجی دعائیں کر رہے ہوتے ہیں۔ وہاں پر پھر کر مختلف علاقوں میں کھڑے ہو کر سب کے لیے دعائیں بلندیٔ درجات کے لیے کیں اور انہیں سلام مسنون کرنے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ علی ذالک

فجر کے بعد جب مسجد نبوی سے باہر آئیں تو باہر ویگنوں کی قطاریں بنی ہوتی ہیں اور وہ پھر کر تمام مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کروا دیتے ہیں۔ 9رجنوری کو میں پہلے جنگِ اُحد کے مقام پر گیا۔ اُحد کا پہاڑ بہت بڑا پہاڑ ہے۔ وہ درّہ دیکھا جہاں صحابہؓ کو متعین کیا گیا تھا۔ تمام جنگ کا میدان دیکھا۔ وہاں شروع میں ایک مسجد ابوبکر بنی ہوئی ہے۔ وہاں نوافل ادا کیے۔ ایک جگہ جہاں شہدائے احد کو اکٹھے دفن کیا گیا تھا اس کے اردگرد چاردیواری بنادی گئی ہے اور اوپر کا حصہ لوہے کی سلاخوں سے بند کیا گیا ہے۔ چنانچہ وہاں جو نگران تھے انہوں نے بتایا کہ سامنے جو مقابر ہیں جن پر پتھر لگے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ اور حضرت مصعب بن عمیرؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے مقابر ہیں۔ وہاں پر کھڑے ہو کر لمبی دعا کرنے کا موقع ملا۔

اس کے بعد مسجد قبلتین دیکھنے گئے۔ یہ وہ مسجد ہے جس جگہ پر وحی قبلہ تبدیل کرنے کے لیے نازل ہوئی تھی اور آپ نے نماز کے دوران ہی قبلہ تبدیل کر لیا تھا۔ یہاں پر بھی نوافل ادا کیے اور دعائیں کیں۔ پھر مسجد قبا دیکھنے گئے جہاں کے دو نوافل کا بے شمار ثواب بتایا جاتا ہے۔ یہ پہلی مسجد تھی جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل اوّل نمازیں ادا فرمائی تھیں۔ یہاں بھی نوافل ادا کیے۔ اس کے بعد واپسی کا سفر شروع ہوا۔ اور جنگ خندق کے مقام پر پہنچے جہاں سبع مساجد بنی ہوئی ہیں یعنی مسجد فتح، مسجد سلمان فارسیؓ، مسجد ابوبکرؓ، مسجد عمرؓ، مسجد علیؓ اور مسجد فاطمہؓ۔ یہ چھوٹی چھوٹی مساجد ہیں۔ جنگ خندق کے وقت جہاں جہاں صحابہ آن ڈیوٹی ہوتے تھے اور وہاں نمازیں ادا کرتے تھے، ان کی یاد میں یہ مساجد بنی ہوئی ہیں۔

10رجنوری کا تمام دن سفر کی تیاری میں گزرا۔ انتظامات کے ساتھ حج کے دوران میری چند حاجیوں سے کافی واقفیت ہو گئی تھی۔ ایک چکوال کے تھے، ایک راولپنڈی کے تھے اور یہ مدینہ میں رہتے تھے۔ ان سے ملاقات کی اور رات کو جدّہ کے لیے بذریعہ بس روانہ ہوئے اور وہاں سے 11رجنوری کو صبح آٹھ بجے بذریعہ ہوائی جہاز لنڈن کے لیے مائل پرواز ہوا۔

مطالعہ کتب کی اہمیت

(راجہ برہان احمد)

بانی مجلس انصاراللہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

’’دنیا میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بچپن سیکھنے کا زمانہ ہوتا ہے، جوانی عمل کا زمانہ ہوتا ہے اور بڑھاپا عقل کا زمانہ ہوتا ہے۔ لیکن قرآن کریم کی رو سے ایک حقیقی مومن ان ساری چیزوں کو اپنے اندر جمع کر لیتا ہے۔ اس کا بڑھاپا اسے قوت عمل، اور علم کی تحصیل سے محروم نہیں کرتا۔ اس کی جوانی اس کی سوچ کو ناکارہ نہیں کر دیتی بلکہ جس طرح بچپن میں جب وہ ذرا بھی بولنے کے قابل ہوتا ہے ہر بات کو سن کر اس پر فوراً جرح شروع کر دیتا ہے اور پوچھتا ہے کہ فلاں بات کیوں ہے اور کس لیے ہے اور اس میں علم سیکھنے کی خواہش انتہا درجہ کی موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کا بڑھاپا بھی علوم سیکھنے میں لگا رہتا ہے۔ اور وہ کبھی بھی اپنے آپ کو علم کی تحصیل سے مستغنی نہیں سمجھتا۔ اس کی موٹی مثال ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات میں ملتی ہے، آپ کو پچپن، چھپّن سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ الہاماً فرماتا ہے کہ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ یعنی اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تیرے ساتھ ہمارا سلوک ایسا ہی ہے جیسے ماں کا اپنے بچے کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے بڑی عمر میں جہاں دوسرے لوگ بیکار ہو جاتے ہیں اور زائد علوم اور معارف حاصل کرنے کی خواہش ان کے دلوں سے مٹ جاتی ہے اور ان کو یہ کہنے کی عادت ہو جاتی ہے کہ ایسا ہوا ہی کرتا ہے، تجھے ہماری ہدایت یہ ہے کہ ہمیشہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا رہ کہ خدایا! میرا علم اور بڑھا، میرا علم اور بڑھا۔ پس مومن اپنی زندگی کے کسی مرحلے میں بھی علم سیکھنے سے غافل نہیں ہوتا، بلکہ اس میں وہ ایک لذت اور سرور محسوس کرتا ہے۔ اس کے مقابل میں جب انسان پر ایسا دور آ جاتا ہے جب وہ سمجھتا ہے میں نے جو کچھ سیکھنا تھا سیکھ لیا ہے۔ اگر میں کسی امر کے متعلق سوال کروں گا تو لوگ کہیں گے کیسا جاہل ہے، اسے ابھی تک فلاں بات کا بھی پتہ نہیں تو وہ علم حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا ہے۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑی عمر کے آدمی تھے مگر پھر بھی کہتے ہیں رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ۔۔۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ ابراہیم! تو تو پچاس ساٹھ سال کا ہو چکا ہے اور اب یہ بچوں کی سی باتیں چھوڑ دے، بلکہ اس نے بتایا کہ ارواح کس طرح زندہ ہوا کرتی ہیں۔ پس ہر عمر میں علم سیکھنے کی تڑپ اپنے اندر پیدا کرنی چاہیے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہنا چاہیے کہ الٰہی! میرا علم بڑھا۔ کیونکہ جب تک انسانی قلب میں علوم حاصل کرنے کی ہر وقت پیاس نہ ہو اس وقت تک وہ کبھی ترقی حاصل نہیں کر سکتا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد نمبر ۵ صفحہ ۴۶۹، ۴۷۰)

قرآنی وحی کا آغاز جن الفاظ سے ہوا وہ پڑھنے کی اہمیت کو ہمیشہ کے لیے واضح اور اہم قرار دیتے ہیں۔ فرمایا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (العلق:2) پڑھ اپنے ربّ کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’اِقْرَاْ کے معنی عربی زبان میں دو ہیں۔ ایک لکھی ہوئی تحریر کا پڑھنا۔۔۔۔۔۔اِقْرَاْ کے تفسیری معنی ہیں کتاب پڑھ کے علم کو حاصل کرو اور سب سے بہتر کتاب اور سب سے مفید کتاب، سب سے زیادہ ترقیات کی طرف لے جانے والی کتاب قرآن کریم ہے۔‘‘

(تفسیر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ علیہ صفحہ 642)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَھْدِ اِلَی اللَّحْدِ یعنی چھوٹی عمر سے لے کے، بچپنے سے لے کے آخری عمر تک جب تک قبر میں پہنچ جائے انسان علم حاصل کرتا رہے۔ تو یہ اہمیت ہے اسلام میں علم کی۔ پھر اس کی اہمیت کا اس سے بھی اندازہ لگا لیں کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم یا دعا پر سب سے زیادہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا۔۔۔۔۔۔ یہ دعا سکھائی کہ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ بہرحال ہر انسان کی استعداد کے مطابق علم سیکھنے کا دائرہ ہے اور اس دعا کی قبولیت کا دائرہ ہے۔

(خطبہ جمعہ 18/جون 2004ء)

میڈیکل سائنس کی رو سے فوائد

- مطالعہ کرنے کی عادت سے آپ کی یادداشت اور فوکس یعنی ایک جگہ زیادہ توجہ کرنے کی صلاحیت بڑھتی ہے۔
- مطالعہ کرنے کی عادت آپ کے خیالات اور تخیل کو بہتر بناتی ہے۔
- کتاب کا مطالعہ آپ کے علم اور دانائی میں نمایاں اضافہ کرتا ہے۔
- آج کل کی عام بیماری یا پریشانی Stress پر قابو پانے کا ایک آزمودہ نسخہ عمدہ کتب کا مطالعہ کرنا ہے۔
- مطالعہ آپ کے دماغ کو توانا رکھتا ہے گویا یہ دماغ کی ورزش ہے جو اس کی صحت کے لیے بہت کارآمد ہے۔
- عمدہ مطالعہ کی عادت انسان کو زیادہ ہمدرد اور اخلاقی طور پر بہتر انسان بناتی ہے۔
- مطالعہ کرنے سے آپ کے ذخیرۂ الفاظ یعنی Vocabulary میں اضافہ ہوتا ہے۔

• مطالعہ میں اپنے آپ کو باقاعدہ مصروف رکھنے والے خاص طور پر بڑی عمر کے افراد اپنے علمی کام زیادہ عرصہ تک کرتے رہتے ہیں اور مختلف ذہنی بیماریوں سے قدرتی طور پر محفوظ رہتے ہیں۔

• مختلف طبی ماہرین کے مطابق سونے سے پہلے باقاعدہ چھپی کتاب کا مطالعہ پرسکون نیند میں ممد ومعاون ثابت ہوتا ہے۔

• ایک تحقیق کے مطابق مطالعہ کرنے والے افراد لمبی عمر پاتے ہیں۔

مطالعہ کے بے شمار فوائد میڈیکل سائنس کے نزدیک بھی مسلمہ ہیں لیکن یہاں ایک اہم امر کا ذکر کرنا از حد ضروری ہے کہ کن کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے؟

یہاں پر مجھے ایک انگریز فلاسفر کا مطالعہ کتب کے بارے میں مشہور فقرہ یاد آتا ہے جس میں Sir Francis Bacon کہتے ہیں

"Some books are to be tasted, others to be swallowed, and some few to be chewed and digested,"

یعنی کچھ کتابیں صرف چکھنے کے لیے ہوتی ہیں، دیگر نگلنے کے لیے ہوتی ہیں اور چند کتب ایسی ہوتی ہیں جو اچھی طرح چبا کر ہضم کرنے کے لیے ہوتی ہیں۔

موصوف کے اس فقرہ پر بے شمار مضامین لکھے گئے ہیں اور ہر کوئی اپنے ذوق و شوق کے مطابق اس کی تشریحات کرتا ہے مگر ان وضاحتوں سے ہٹ کر ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی ہمارے سامنے ایسی کتب موجود ہیں جن میں سے ایک تو باقاعدہ زبانی حفظ کرنے کے لیے ہے یعنی قرآن کریم۔ دوسری بار بار غور سے مطالعہ کرنے والی اور ان کے بھی فقرات در فقرات یاد رکھنے کے لائق ہیں جن میں کتبِ احادیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ جبکہ خلفاء کرام کی کتب دراصل قرآن و حدیث اور کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہی مزین نظر آتی ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر علوم کی کتب بھی بلا شبہ پڑھنے کے لیے ضروری ہیں اور ان میں جہاں کہیں حکمت کی باتیں ملیں مومن کی گمشدہ میراث کی طرح ضرور اخذ کرنی چاہئیں۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مَیں تو ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا اگر خدا تعالیٰ کی طاقت میرے ساتھ نہ ہو۔ بارہا لکھتے لکھتے دیکھا ہے ایک خدا کی روح ہے جو تیر رہی ہے۔ قلم تھک جایا کرتی ہے مگر اندر جوش نہیں تھکتا۔ طبیعت محسوس کیا کرتی ہے کہ ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ 438)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''ایک دوست جو غالباً یونان کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک احمدی دوست نے انہیں ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' پڑھنے کو دی جس کو پڑھنے کے بعد اسلام کی مکمل تصویر اور تعلیم جو ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے تھی وہ میرے سامنے آ گئی۔ اور بڑے جذباتی انداز میں کہنے لگے کہ آج آپ سے ملاقات کے بعد میں نے احمدی ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ بیعت فارم ابھی بھرنا ہے یا بعد میں؟ تو انہوں نے فوراً جواب دیا کہ ابھی اور اسی وقت میری بیعت لیں۔'' (خطبات مسرور جلد ششم صفحہ 350)

فلسطین کی ہماری ایک خاتون ہیں وہ کہتی ہیں ''جماعت سے میرا تعارف میرے دیور کے ذریعہ ہوا جو نہ صرف جماعت کے بارے میں میرے ساتھ اکثر بات چیت کرتے تھے بلکہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتب اور لٹریچر بھی بھیجتے رہتے تھے۔ اُن کتب میں مجھے بے مثل اور انمول موتی ملے۔ ایسے معارف کا مطالعہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں کیا تھا۔ ایسی بلاغت اور اعجاز سے بھرپور عربی کلام جس میں علم و معرفت کے ہیرے رکھ دیے گئے ہوں میرے لیے بالکل نیا تھا۔ ایسے جواہر پاروں کے مطالعہ سے ہی قاری کا خدا سے تعلق قائم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور مکمل اطمینان ہونے کے بعد میں نے بیعت کر لی۔

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 94-95)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

''اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔'' (نزول المسیح روحانی خزائن جلد 18 ص 403)

الجزائر سے حجاز صاحب کہتے ہیں ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر پڑھنے سے قبل نوافل پڑھ کر دعا کی کہ اللہ تعالیٰ راہِ راست کی طرف رہنمائی فرمائے۔ جیسے جیسے پڑھتا گیا سینہ کھلتا گیا اور اس کلام کی ہیبت سے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی اور یقین ہو گیا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ یہ الٰہی وحی ہے۔''

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 95)

عباس صاحب اٹلی سے کہتے ہیں ''ایک دن میں الحوار دیکھ رہا تھا کہ اس میں وقفے کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ عربی قصیدہ آ گیا۔

عِلمی من الرحمٰن ذی الآلاءِ

باللّٰہ حُزْتُ الفضلَ لا بِدَھَاءٍ

میں یہ قصیدہ سننے کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر کو بھی دیکھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک بے اختیاری کے عالم میں میرے منہ سے بلند آواز میں یہ کلمات نکلے کہ خدا کی قسم! یہ بات کوئی جھوٹا ہرگز نہیں کہہ سکتا۔ یہ شخص لازمی خدا کا فرستادہ ہے۔ ایسا کلام خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول کی بے حرمتی کرنے والا نہیں ہو سکتا۔'' (خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 94-96)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی بعثت کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا کہ میں ان خزائن مدفونہ کو دنیا پر ظاہر کروں اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ جو ان درخشاں جواہرات پر تھوپا گیا ہے اس سے ان کو پاک صاف کروں۔'' (ملفوظات جلد اول صفحہ 60)

حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں:

''زبان سے ہی انسان تقویٰ سے دور چلا جاتا ہے، زبان سے تکبر کر لیتا ہے اور زبان سے ہی فرعونی صفات آ جاتی ہیں اور اسی زبان کی وجہ سے پوشیدہ اعمال کو ریا کاری سے بدل لیتا ہے اور زبان کا زیاں خطرناک ہے اس لیے متقی اپنی زبان کو بہت ہی قابو میں رکھتا ہے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 281)

مراکش کے خالد صاحب کہتے ہیں ”سب سے پہلی کتاب جو میں نے پڑھی وہ ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ کا عربی ترجمہ تھا جسے میں نے کئی مرتبہ پڑھا۔۔۔اس کے بعد ”التبلیغ“ پڑھی اور دیگر کتب کا مطالعہ کیا۔.....اکثر میری زبان پر یہ فقرہ آتا تھا کہ مجھے خزانہ مل گیا ہے۔“ (خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 96)

”قرغیزستان سے سلامت صاحب ہیں انہیں اسلام احمدیت کا تعارف کروایا گیا اور کتاب ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ دی گئی تو کہنے لگے کہ مذہب کے بارے میں میرے جتنے بھی سوالات تھے مجھے ان کے جوابات مل گئے اور مجھے تسلی ہوگئی کہ واقعی اسلام حقیقی اور سچا مذہب ہے۔“ (خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 553-554)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔“ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 361)

اگر ہم آج تبلیغ کے میدان میں ترقی کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے دعا کے بعد سب سے اہم ہتھیار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ہیں، جن کو پڑھ کر انسان تمام حقائق و معارف کو پالیتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کی خریداری کم ہوگئی ہے۔ان میں جو درد ہے وہ اَوروں میں ملنا مشکل ہے۔“

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

”جو کتابیں ایک ایسے شخص نے لکھی ہوں جس پر فرشتے نازل ہوتے تھے ان کے پڑھنے سے بھی ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحب کی کتابیں جو شخص پڑھے گا اس پر فرشتے نازل ہوں گے۔ یہ ایک خاص نکتہ ہے کیونکہ حضرت صاحب کی کتابیں پڑھتے ہوئے نکات اور معارف کھلتے ہیں اور پڑھ........... جب ہی خاص نکات اور برکات کا نزول ہوتا ہے۔“ (ملائکۃ اللہ صفحہ 108)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

”بوبوجلاسو بورکینافاسو کے ایک شخص نے بتایا کہ 1961ء سے میرے پاس لٹریچر تھا۔ اس رمضان میں ریڈیو اسلامک احمدیہ پر قرآنِ کریم کی تفسیر سنی تو میرے دل نے کہا کہ اس جماعت میں کچھ نہ کچھ سچائی ضرور ہے۔ چنانچہ سالوں کے رکھے لٹریچر کو کھولا اور پڑھنا شروع کیا اور جماعت کی صداقت مجھ پر واضح ہوگئی۔ اب مجھے خدا تعالیٰ نے پچاس سال بعد توفیق دی کہ میں جماعت احمدیہ میں شامل ہوا ہوں اور یہ ان کتابوں کو گھر میں رکھنے کی برکت تھی کہ خدا نے مجھے جماعت میں داخل ہونے کی توفیق دی۔“

(جلسہ سالانہ یوکے 2012ء کے دوسرے دن کا خطاب۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 16 اگست 2013ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”ہر گھرانہ میں کتب حضرت مسیح موعود موجود ہوں اور زیر مطالعہ ہوں اور انہیں بچوں کو پڑھانے کا انتظام ہو۔“ (الفضل 29 /اکتوبر 1977ء)

اسی سلسلے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”حضرت مسیح موعود نے قرآن کریم میں غوطہ خوری کے بعد علوم و معرفت کے بے بہا موتیوں کو نکالا اور ہمارے سامنے پیش کیا۔“ (روزنامہ الفضل ربوہ، 6 مارچ 1999ء)

حضرت سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز جمعہ پڑھنے آیا کرو اور امام کے قریب ہو کر بیٹھا کرو اور ایک شخص جمعہ سے پیچھے رہتے رہتے جنت سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ حالانکہ وہ جنت کا اہل ہوتا ہے۔

(سنن ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب تفریع ابواب الجمعۃ باب الدنو من الامام حدیث نمبر 1108)

الغرض

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر ملے کوئی امیدوار

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”یہ کتب ضرور پڑھنی چاہئیں۔ اور انہی کتب سے آپ کو دلائل میسر آجاتے ہیں لوگوں کے اعتراضوں کے جواب دینے کے اور یہی آج کل طریقہ ہے آپ کی مجلسوں سے فیضیاب ہونے کا، آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کا۔ پہلے بھی میں کہتا رہا ہوں کہ آپؑ کی کتب پڑھنے کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے۔ اور اس سے ہمیں مخالفین کے اعتراضوں کے جواب بھی ملیں گے اور قرآن کریم کے علوم کی بھی معرفت ہمیں حاصل ہوگی۔ ...... آج یہ ذمہ داری ہم احمدیوں پر سب سے زیادہ ہے کہ علم کے حصول کی خاطر زیادہ سے زیادہ محنت کریں، زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔.....اور دعا کہ اے میرے اللہ! اے میرے رب! میرے علم کو بڑھا، بہت ضروری ہے۔......

سب سے پہلے تو قرآن کریم کا علم حاصل کرنے کے لیے، دینی علم حاصل کرنے کے لیے ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بے بہا خزانے مہیا فرمائے ہیں ان کو دیکھنا ہوگا۔...... جماعت کے اندر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھنے کا شوق اور اس سے فائدہ اٹھانے کا شوق نوجوانوں میں بھی اپنی دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہونا چاہیے۔ بلکہ جو تحقیق کرنے والے ہیں، بہت سارے طالب علم مختلف موضوعات پر ریسرچ کر رہے ہوتے ہیں، وہ جب اپنے دنیاوی علم کو اس دینی علم اور قرآن کریم کے علم کے ساتھ ملائیں گے تو نئے راستے بھی متعین ہوں گے......حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھیں۔ اس بارے میں پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں یہ سوچ کر نہ بیٹھ جائیں کہ اب ہمیں کس طرح علم حاصل ہوسکتا ہے۔ اب ہم کس طرح اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔......عورتوں کو بھی اور مردوں کو بھی اکٹھے ہو کر کوشش کرنی ہوگی تا کہ ہم اپنی اگلی نسل کو بچا سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح طور پر دین کا علم پیدا کرنے اور اگلی نسلوں میں قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ 18/جون 2004ء)



نظام وصیت کی اہمیت

(فضل الرحمٰن ناصر)

ایک زمانہ تھا جب کہ حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کو اپنی ایک کتاب ''براہین احمدیہ'' کی تکمیل کے لیے باربار لوگوں کو تحریک کرنا پڑتی۔ پھربھی مسلمانوں میں سے بہت کم ایسے تھے جنہوں نے بہت معمولی رقوم تائید اسلام میں لکھی جانے والی اس کتاب کے لیے پیش کیں مگر آپ سے اللہ تعالیٰ نے مدد اور نصرت کے جو وعدے کر رکھے تھے ان کی وجہ سے آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ

''ہم کو اپنے خدائے قادرومطلق اور اپنے مولیٰ کریم پر اس سے زیادہ بھروسا ہے کہ جو مُمسک اور خسیس لوگوں کو اپنی دولت کے ان صندوقوں پر بھروسا ہوتا ہے کہ جن کی تالی ہروقت ان کی جیب میں رہتی ہے۔ سو وہی قادر توانا اپنے دین اور اپنی وحدانیت اور اپنے بندہ کی حمایت کے لیے آپ مدد کرے گا۔''

(اشتہار ''عرض ضروری بحالت مجبوری'' مشمولہ براہین احمدیہ حصہ دوم)

اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسی نیک اور صالح اور جانی و مالی قربانیاں کرنے والی جماعت عطا فرمائی کہ آپ نے فرمایا:

''مَیں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتا ہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے جیسے میاں جمال الدین اور خیرالدین اور امام الدین کشمیری میرے گاؤں سے قریب رہنے والے ہیں۔ وہ تینوں غریب بھائی بھی جو شاید تین آنہ یا چار آنہ روزانہ مزدوری کرتے ہیں سرگرمی سے ماہواری چندہ میں شریک ہیں۔ ان کے دوست میاں عبدالعزیز پٹواری کے اخلاص سے بھی مجھے تعجب ہے کہ باوجود قلت معاش کے ایک دن سو روپیہ دے گیا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ خدا کی راہ میں خرچ ہو جائے۔ وہ سو روپیہ شاید اس غریب نے کئی برسوں میں جمع کیا ہوگا۔ مگر للّٰہی جوش نے خدا کی رضا کا جوش دلایا۔''

(ضمیمہ انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11۔ صفحہ 313 اور 314 حاشیہ)

حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے صدق اور اخلاص سے پُر ہزاروں لاکھوں مخلصین آپ کی زندگی میں عطا فرمائے جن کے سامنے آپ نے اپنی وفات کے قریب اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر الوصیت کے نام سے ایک ایسی عظیم الشان تحریک جاری کی جو قیامت تک کے لیے جماعت احمدیہ کی روحانی اصلاح کے سامان بھی مہیا کرتی چلی جارہی ہے اور اس کے ذریعے تمام دنیا میں تبلیغ اسلام کی ضروریات بھی پوری ہورہی ہیں اور بےشمار غریبوں اور محتاجوں اور بےسہارا لوگوں کی ضروریات بھی پوری ہوتی چلی جارہی ہیں۔

الوصیت کے نام سے شائع ہونے والی اس کتاب میں آپ نے افراد جماعت کو اپنی وفات کے قریب ہونے کے بارہ میں ہونے والے الہامات سے آگاہ کرتے ہوئے تسلی دی کہ اس خبر سے گھبرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم ایک زندہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں جس نے آپؑ کو جماعت کے لیے عظیم الشان بشارتیں عطا فرمائی ہیں۔

ان میں ایک خدائی بشارت جماعت احمدیہ میں نظام خلافت کی شکل میں جاری وساری فیضان کا وہ چشمہ ہے جو تمام بنی نوع انسانی کے لیے رحمت و برکت کے سامان مہیا کررہا ہے۔ اور دوسری بشارت نظام وصیت کی شکل میں خدا کے قرب کی جنتوں کے حصول کا ذریعہ بن رہی ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام نے الوصیت میں تحریر فرمایا کہ

''ایک جگہ مجھے دکھائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا۔''

نیز فرمایا کہ ''ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں۔''

اور پھر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے تین بار بڑے درد کے ساتھ اس بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والوں کے لیے دعا کی۔ پہلی بار دعا کے الفاظ یہ ہیں:

''میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے۔ اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کرلیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لیے ہوگئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ آمین یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ''

پھر آپ نے دوسری بار یوں دعا کی کہ

''میں پھر دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا! اس زمین کو میری جماعت میں سے اُن پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لیے ہو چکے اور دنیا کی اغراض کی ملونی اُن کے کاروبار میں نہیں۔ آمین یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ''

اور پھر تیسری بار پھر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے یوں دعا کی کہ

''پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم! اے خدائے غفور ورحیم! تُو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنّی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجالاتے ہیں۔ اور تیرے لیے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کرچکے ہیں۔ جن سے تُو راضی ہے اور جن کو تُو جانتا ہے کہ

بکلّی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحِ ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ آمین یَارَبَّ الْعَالَمِیْن‘‘

تینوں بار دعا کے آخر پر’’ آمین یَارَبَّ الْعَالَمِیْن‘‘ کے الفاظ بڑے اہتمام سے درج ہیں۔ کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی مسیح ومہدی علیہ السلام کی نہ صرف یہ دعائیں کی ہیں بلکہ ان دعاؤں کی قبولیت کے لیے آمین یَارَبَّ الْعَالَمِیْن کے الفاظ بھی آپ کے دل سے نکلے اور آپ نے اپنی ان دعاؤں کے ساتھ از خود تحریر فرمائے۔

پھر آپ نے بہشتی مقبرہ کے بارہ میں فرمایا:

’’اس قبرستان کے لیے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا ہے کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ اُنْزِلَ فِیْھَا کُلُّ رَحْمَۃٍ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔‘‘

اس مقدس قبرستان ’’بہشتی مقبرہ‘‘ میں تدفین کے لیے تین بنیادی شرائط مقرر فرمائیں:

1۔ شرط اوّل کے طور پر کچھ مالی ادائیگی جو گویا اس قربانی کا پہلا زینہ ہے۔

2۔ ترکہ کے دسویں حصہ کی ادائیگی کی وصیت جو اس قربانی کا ایک امتیازی زینہ ہے۔

3۔ تیسری شرط یہ بیان فرمائی کہ دفن ہونے والا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو۔ سچا اور صاف مسلمان ہو۔ یہ شرط سب سے اہم اور موصی کی ساری زندگی سے تعلق رکھتی ہے۔

نظام وصیت کے بارہ میں فرمایا:

’’یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دُور از قیاس باتیں ہیں۔ یہ اس قادر کا ارادہ ہے جو زمین وآسمان کا بادشاہ ہے۔‘‘

’’اس وصیت کے لکھنے میں جس کا مال دائمی مدد دینے والا ہوگا اس کا دائمی ثواب ہوگا اور خیرات جاریہ کے حکم میں ہوگا۔‘‘

نظام وصیت کے نتیجہ میں قائم ہونے والے بہشتی مقبرہ کے بارہ میں فرمایا:

’’خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں۔ تا آئندہ کی نسلیں ایک ہی جگہ ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں۔ اور تا اُن کے کارنامے یعنی جو خدا کے لیے انہوں نے دینی کام کیے ہمیشہ کے لیے قوم پر ظاہر ہوں۔‘‘

ایک بار پھر آپ نے خدا کے حضور یوں دعا کی کہ

’’بالآخر ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس کام میں ہر ایک مخلص کو مدد دے اور ایمانی جوش ان میں پیدا کرے اور ان کا خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین۔‘‘

نیز فرمایا کہ

’’کوئی نادان اس قبرستان اور اس کے انتظام کو بدعت میں داخل نہ سمجھے کیونکہ یہ انتظام حسبِ وحی الٰہی ہے اور انسان کا اس میں دخل نہیں۔‘‘

فرمایا:

’’کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صرف اس قبرستان میں داخل ہونے سے کوئی بہشتی

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’یاد رکھو کہ نیکی کی تشہیر اور بدی کا اخفاء یہ کوئی معمولی بات نہیں، بلکہ قومیں اس سے بنتی اور قومیں اس کی خلاف ورزی سے بگڑتی ہیں۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 276)

کیونکر ہوسکتا ہے۔ کیونکہ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ زمین کسی کو بہشتی کر دے گی بلکہ خدا کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ صرف بہشتی ہی اس میں دفن کیا جائے گا۔‘‘

شرائط تدفین کے بارہ میں فرمایا:

’’ضروری ہوگا کہ ایسا وصیت کرنے والا جہاں تک اس کے لیے ممکن ہے پابندِ احکامِ اسلام ہو۔ اور تقویٰ اور طہارت کے امور میں کوشش کرنے والا ہو۔ اور مسلمان، خدا کو ایک جاننے والا اور اس کے رسول پر سچا ایمان لانے والا ہو۔ اور نیز حقوقِ عباد غصب کرنے والا نہ ہو۔‘‘

نظام وصیت کے ذریعہ جمع ہونے والے اموال کے مصرف کے بارے فرمایا:

’’انجمن جس کے ہاتھ میں ایسا روپیہ ہوگا اس کو اختیار نہیں ہوگا کہ بجز اغراض سلسلہ احمدیہ کے کسی اَور جگہ وہ روپیہ خرچ کرے۔ اور ان اغراض میں سے سب سے مقدم اشاعتِ اسلام ہوگی۔‘‘

اس سارے نظام وصیت سے خدا تعالیٰ کیا چاہتا ہے؟ فرمایا:

’’اور ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ جو لوگ اس الٰہی انتظام پر اطلاع پاکر بلاتوقف اس فکر میں پڑتے ہیں کہ دسواں حصّہ کُل جائیداد کا خدا کی راہ میں دیں بلکہ اس سے زیادہ اپنا جوش دکھلاتے ہیں وہ اپنی ایمانداری پر مہر لگا دیتے ہیں۔‘‘

فرمایا:

’’وہ ہر ایک زمانہ میں چاہتا ہے کہ خبیث اور طیّب میں فرق کر کے دکھلا وے اس لیے اب بھی اس نے ایسا ہی کیا۔‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بابرکت نظام وصیت میں احباب جماعت کو شامل ہونے کی تاکید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ اِس وقت کے امتحان سے بھی اعلیٰ درجہ کے مخلص جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے، دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائیں گے اور ثابت ہو جائے گا کہ بیعت کا اقرار انہوں نے پورا کر کے دکھلا دیا اور اپنا صدق ظاہر کر دیا۔ بے شک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گزرے گا اور اس سے اُن کی پردہ دَری ہوگی۔‘‘

اور وہ مخلص جو امام الزمان کی اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس نظام وصیت میں شامل ہو جائیں گے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انعامات ملیں گے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’اس کام میں سبقت دکھلانے والے راستبازوں میں شمار کیے جائیں گے اور

ابد تک خدا تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہوں گی۔‘‘

فرمایا کہ ایسے لوگ حقیقی طور پر تارک الدنیا ہوں گے جو

’’یہ ثابت کر دیں گے کہ کس طرح انہوں نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ خدا کے نزدیک مومن وہی ہیں اور اس کے دفتر میں سابقین اولین لکھے جائیں گے۔‘‘

اس نظام میں شمولیت کی برکات کا بہت ہی مختصر الفاظ میں ذکر کرتے ہوئے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس نظام کا حصہ بنو گے تو ’’بہشتی زندگی پاؤ گے۔‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہر ممکن طور پر نظام وصیت کی برکت اور اہمیت واضح کرنے کے ساتھ اس میں شمولیت کی تاکید فرمائی اور کتاب کا آخری فقرہ یوں تحریر فرمایا:

’’بہتیرے ایسے ہیں کہ وہ دنیا سے محبت کر کے میرے حکم کو ٹال دیں گے مگر بہت جلد دنیا سے جدا کیے جائیں گے۔ تب آخری وقت میں کہیں گے هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (یٰسین:53) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔‘‘

ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احباب جماعت کو متعدد بار نظام وصیت میں شامل ہونے کی تحریک فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تو لاکھوں احمدی اس بابرکت نظام میں شامل ہو چکے ہیں۔ لیکن جو ابھی تک شامل نہیں ہو سکے ان کے بارے میں فرمایا:

’’بہت سارے لوگ لکھتے ہیں کہ ہم اس فکر میں تو ہیں کہ وصیت کر لیں لیکن اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتے۔ یاد رکھیں کہ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کی جو دعائیں پڑھی ہیں یہ اس لیے پڑھ کر سنائی ہیں کہ جب نیک نیتی کے ساتھ اس نظام میں وابستہ ہوں گے تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی دعاؤں کے طفیل آپ کو اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی طرف توجہ ہوگی۔ پس آگے بڑھیں اور اس پاک نظام میں شامل ہونے کی کوشش کریں۔ خدا کے مسیح کی آواز پر لبیک کہیں اور ان حقوق کی ادائیگی کے معیار حاصل کرتے جائیں جن کی طرف تقویٰ کی راہوں پر چلتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے توجہ دلائی ہے۔‘‘

(فرمودہ 26 دسمبر 2005ء بر موقع جلسہ سالانہ قادیان)

موصیان کو چندہ کا حساب رکھنے اور بروقت ادائیگی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے خطبہ جمعہ فرمودہ 28 مئی 2004ء میں حضور نے فرمایا:

’’خاص طور پر موصی صاحبان کے لیے میں یہاں کہتا ہوں ان کو تو خاص طور پر اس بارے میں بڑی احتیاط کرنی چاہیے۔ اس انتظار میں نہ بیٹھے رہیں کہ دفتر ہمارا حساب بھیجے گا یا شعبہ مال یاد کروائے گا تو پھر ہم نے چندہ ادا کرنا ہے۔ کیونکہ پھر یہ بڑھتے بڑھتے اس قدر ہو جاتا ہے کہ پھر دینے میں مشکل پیش آتی ہے۔ چندے کی ادائیگی میں مشکل پیش آتی ہے۔ پھر اتنی طاقت ہی نہیں رہتی کہ یکمشت چندہ ادا کر سکیں۔ اور پھر یہ لکھتے ہیں کہ کچھ رعایت کی جائے اور رعایت کی قسطیں بھی اگر مقرر کی جائیں تو وہ چھ ماہ سے زیادہ کی تو نہیں ہو سکتیں۔ اس طرح خاص طور پر موصیان کی وصیت پر زد پڑتی ہے تو پھر ظاہر ہے ان کو تکلیف بھی ہوتی ہے اور پھر اس تکلیف کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ تو اس لیے پہلے ہی چاہیے کہ سوچ سمجھ کر اپنے حسابات صاف رکھیں اور اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنے کی کوشش کریں اور جب بھی آمد ہو اس آمد میں جو حصہ بھی ہے نکالیں، موصی صاحبان بھی اور دوسرے کمانے والے بھی جنہوں نے چندہ عام دینا ہے،...... اپنا چندہ اپنی آمد میں سے ساتھ کے ساتھ ادا کرتے رہا کریں۔‘‘

(روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 24 اگست 2004ء)

ایک موقع پر اپنے خصوصی پیغام میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے انصار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

’’میں اپنے انصار بھائیوں اور خاص طور پر صف دوم کے انصار کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس طرف خاص توجہ دیں۔ وہ انصار جو اپنے دلوں میں ایمان اور اخلاص تو رکھتے ہیں مگر وصیت کے بارہ میں سستی دکھلا رہے ہیں میری ان کو یہ نصیحت ہے کہ وہ اشاعت اسلام کی خاطر اور اپنے نفوس میں نیک اور پاک تبدیلیوں کے لیے وصیت کی طرف جلدی بڑھیں۔ زندگی بہت مختصر ہے اور نہیں معلوم کہ کس وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آ جائے۔ بعض بڑے مخلصین بغیر وصیت کے نظام میں شامل ہوئے۔ وفات پا جاتے ہیں اور پھر حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش یہ بھی مخلصین کے ساتھ مقبرہ موصیان میں دفن کیے جاتے۔ ہماری جماعت میں سینکڑوں ایسے قربانی کرنے والے ہیں کہ وہ اپنے اموال کے دسویں حصہ سے زیادہ چندہ دیتے ہیں اور مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں مگر وصیت کرنے میں سستی کرتے ہیں ایسے دوستوں کو میرا یہ پیغام ہے کہ وہ سستیاں ترک کریں اور اس نظام میں شامل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔......

انصار کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں اپنی بیویوں اور اپنی اولادوں کو بھی دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لیے تیار کریں۔ اپنے بچوں کی بچپن سے ہی دینی ماحول میں تربیت کریں۔ نمازوں کی عادت ڈالیں۔ مالی قربانی کا جذبہ ان کے دلوں میں پیدا کریں۔ آنحضرت ﷺ، حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور نظام خلافت سے محبت اور اطاعت کا جذبہ ان میں اجاگر کریں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ خدا تعالیٰ کا قرب پانے والے ہوں گے۔ اپنی نسلوں کو دنیا کے عذاب سے بچانے والے ہوں گے۔‘‘

رسالہ الوصیت میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کیے جاؤ۔ تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کی توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لیے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔‘‘

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309-308)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔ آمین